دختران اسلام

ماہنامہ — لاہور

اکتوبر 2021ء

حضور نبی اکرم ﷺ سلطانِ انبیاءؑ بادشاہِ کائنات ہیں

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

ولادتِ مصطفی ﷺ اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے

رسولِ کریم ﷺ کی ولادت اور محافلِ میلاد کی برکات

منہاج القرآن ویمن لیگ کے اہداف اور امتیازات

Minhaj University Lahore

Chartered by Government of Punjab | Recognized by the HEC in W3 Category | Accredited by PEC

ADMISSIONS OPEN FALL 2021

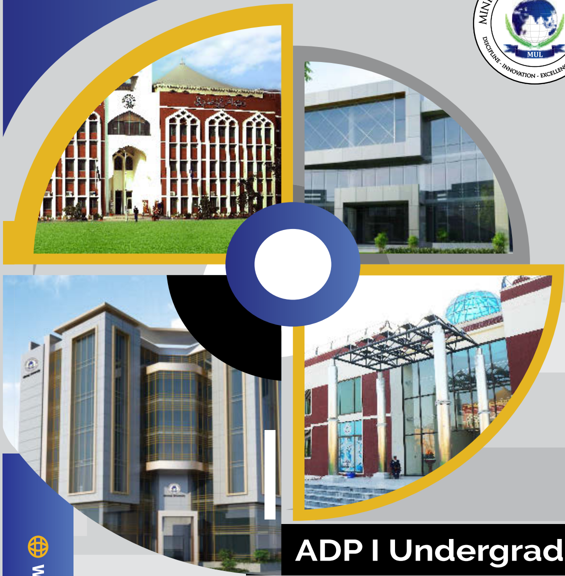

100% Online Ready University

Admission Office is Open **7 Days** a Week

MORNING & WEEKEND PROGRAMS

ADP I Undergraduate I Postgraduate I Ph.D

ADP Programs — MORNING

- Computer Science
- Computer Networking
- Web Design and Development
- Double Math & Physics
- Botany, Zoology & Chemistry
- Islamic Banking and Finance
- Human Resource Management
- Business Administration
- Accounting and Finance
- Commerce
- Mass Communication
- Education
- Arts
- English

BS Programs — MORNING

- Chemical Engineering
- Software Engineering
- Information Technology
- Computer Science
- Data Science
- Artificial Intelligence
- Cyber Security
- Food Science & Technology
- Human Nutrition and Dietetics
- Medical Lab Technology
- Biochemistry
- Mass Communication
- Library & Information Science
- English
- Urdu
- Chemistry
- Physics
- Botany
- Zoology
- Political Science
- Sociology
- International Relations
- Mathematics
- Statistics
- Economics
- Accounting & Finance
- B.Com (4 Years)
- BBA
- Islamic Banking & Finance
- Education
- History
- Pak Studies
- Peace and Conflict Studies

MS/M.Phil/MBA Programs — WEEKEND

- Computer Science
- Food Science & Technology
- Biochemistry
- Clinical Nutrition
- Mass Communication
- Library & Information Science
- English (Linguistics)
- English (Literature)
- Urdu
- Chemistry
- Physics
- Botany
- Zoology
- Political Science
- Sociology
- International Relations
- Mathematics
- Statistics
- Economics
- Accounting & Finance
- Theology & Religious Studies
- Peace & Counter Terrorism Studies
- Management Sciences
- MBA (Professional)
- MBA (Executive)
- Islamic Banking & Finance
- Education
- History
- Pak Studies
- Criminology & Criminal Justice System

Post Graduate Diploma

- Halal Standards and Management Systems
- Peace & Counter-Terrorism Studies

Ph.D Programs — WEEKEND

- Library & Information Science
- International Relations
- Political Science
- Economics
- Mathematics
- Education
- Urdu

APPLY ONLINE https://admission.mul.edu.pk/

Scan QR Code

Main Campus, Madar-e-Millat Road, Near Hamdard Chowk, Township, Lahore

Universal Access Number (UAN)
03 111 222 685
042 35145621-4 Ext # 320, 321

www.mul.edu.pk
admission@mul.edu.pk
MinhajUniversityLahore
officialMUL

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 28 شمارہ: 10 / ربیع الاول ۱۴۴۳ھ / اکتوبر 2021ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

ایڈیٹر
اُم حبیبہ اسماعیل

ڈپٹی ایڈیٹر
نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، سعدیہ کریم، جویریہ سحر ش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سُمیّہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام ـــــ فوٹوگرافی: قاضی محمود الاسلام

فہرست

اداریہ

(تحریک منہاج القرآن کا 41واں یومِ تاسیس) 4

فرحتِ اسلام

حضور نبی اکرم ﷺ سلطانِ انبیاء، بادشاہِ کائنات ہیں	مرتبہ: نازیہ عبدالستار	5
ولادتِ مصطفی ﷺ اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے	سعدیہ کریم	9
منہاج القرآن ویمن لیگ کے اہداف اور امتیازات	محمد شفقت اللہ قادری	12
رسولِ کریم ﷺ کی ولادت اور محافل میلاد کی برکات	تحریم رفعت	19
عصرِ حاضر میں معلم کا کردار	سمعیہ اسلام	22
غربت کا خاتمہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں	ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی	25
سرسید احمد خانؒ، کاروانِ آزادی کے اولین سالار	ڈاکٹر انیلہ مبشر	30
تخلیقِ کائنات کی بنیاد الوہی محبت پر ہے	ہاجرہ قطب اعوان	33
انسدادِ غربت کے لیے اسلام کی تعلیمات	رابطہ فاطمہ	36
آپ کی صحت: ہاضمہ کی بہتری اور کمر درد سے نجات کی ورزشیں	ویشاء وحید	39

مجلّہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدلِ اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: 15 ڈالر ـ مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

قیمت فی شمارہ -/35 روپے

سالانہ خریداری -/350 روپے

ترسیلِ زر کا پتہ: منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا ط ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ. قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ لَکُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْہُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ط قُلْ آٰللّٰہُ اَذِنَ لَکُمْ اَمْ عَلَی اللّٰہِ تَفْتَرُوْنَ. وَمَا ظَنُّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ط اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَشْکُرُوْنَ.

(یونس، ۱۰: ۵۸-۶۰)

’’فرما دیجیے: (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثتِ محمدی ﷺ کے ذریعے تم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہیے کہ اس پر خوشیاں منائیں، یہ اس (سارے مال و دولت) سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔ فرما دیجیے: ذرا بتاؤ تو سہی اللہ نے جو (پاکیزہ) رزق تمہارے لیے اتارا سو تم نے اس میں سے بعض (چیزوں) کو حرام اور (بعض کو) حلال قرار دے دیا۔ فرما دیں: کیا اللہ نے تمہیں (اس کی) اجازت دی تھی یا تم اللہ پر بہتان باندھ رہے ہو؟۔ اور ایسے لوگوں کا روزِ قیامت کے بارے میں کیا خیال ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں، بے شک اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے لیکن ان میں سے اکثر (لوگ) شکر گزار نہیں ہیں۔‘‘

فرمان نبوی ﷺ

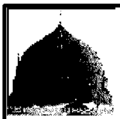

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی الله عنه قَالَ: إِنَّ اللهَ نَظَرَ فِي قُلُوْبِ الْعِبَادِ، فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ ﷺ، خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ، فَابْتَعَثَهُ اللهُ بِرِسَالَتِهِ، ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوْبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ، فَوَجَدَ قُلُوْبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ، يُقَاتِلُوْنَ عَلَى دِيْنِهِ (وَفِي رِوَايَةٍ: فَجَعَلَهُمْ أَنْصَارَ دِيْنِهِ) فَمَا رَأَى الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا، فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ، وَمَا رَأَوْا سَيِّئًا، فَهُوَ عِنْدَ اللهِ سَيِّئٌ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَزَّارُ. وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ: وَرِجَالُهُ مُوَثَّقُوْنَ.

’’حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کے دلوں کی طرف نظر کی تو قلب محمد ﷺ تمام لوگوں کے دلوں سے بہتر قلب پایا تو اسے اپنے لئے چن لیا (اور خاص کر لیا) اور انہیں اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ کے دل کو (صرف اپنے لئے) منتخب کرنے کے بعد دوبارہ قلوبِ انسانی کو دیکھا تو آپ ﷺ کے صحابہ کرام کے دلوں کو سب بندوں کے دلوں سے بہتر پایا انہیں اپنے نبی مکرم ﷺ کا وزیر بنا دیا وہ ان کے دین کے لئے جہاد کرتے ہیں (اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں آپ ﷺ کے دین کا مددگار بنا دیا) پس جس شے کو مسلمان اچھا جانیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک (بھی) اچھی اور جسے بُرا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بُری ہے۔‘‘

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص ۶۲۷، ۶۲۸)

خواب

اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا
(کلیاتِ اقبال، ضرب کلیم، ص:925)

تعبیر

اسلامی تعلیمات کی درخشندہ روایات و ادبیات اس امر پر ہے کہ دنیا کی کوئی قوم جمہوریت میں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کرسکتی جو اپنے مذہب میں بھی جمہوری نقطہ نظر رکھتے ہیں۔
(اجلاس مسلم لیگ، لکھنو، 31 دسمبر 1916ء)

تکمیل

حضورﷺ کے نور و بشر کو اپنے عقلوں و علموں میں تولتے تولتے جن کی زندگیاں بسر گئیں ان سے سوال کرنا چاہیے کہ کس بشریت کے پیمانے پر آپﷺ کو تولتے ہیں۔ بشریت کی دنیا کے سردار کون ہیں؟ دراصل انبیاء علیہم السلام سے اونچے درجے کی بشریت کسی انسان کی نہیں۔ وہ بشریت حضورﷺ کو حاصل ہے۔ کوئی پیغمبر بشریت سے خالی نہیں بشمول حضورﷺ کی ذات گرامی کے۔ اس کا مطلقاً انکار کرنا کفر ہے۔ یہ کہنا کہ انبیاء علیہم السلام میں بشریت نہیں ہے یہ کہنا کفر ہے مگر جو بشریت ان کو حاصل ہے وہ ایک شان ہے، وہ ایک لباس ہے جو ان کو پہنا کر بھیجا جاتا ہے کیونکہ بشروں میں آرہے ہیں تو ان کو بشر بن کر آنا چاہیے۔ جب بشروں میں بشر بن کر نہیں آئیں گے تو نظر کیسے آئیں گے؟ (خطاب: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری، بعنوان عظمت معراج مصطفیٰؐ دختران اسلام، مارچ 2021ء)

اداریہ

تحریک منہاج القرآن کا 41واں یوم تاسیس

تحریک منہاج القرآن کا 41واں یوم تاسیس 17اکتوبر 2021ء کو منایا جارہا ہے۔ الحمدللہ تحریک منہاج القرآن نے اپنے قیام کے 40سالوں میں دین اور انسانیت کی خدمت کے ساتھ ساتھ زندگی کے ہر شعبہ میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔ تحریک منہاج القرآن کے مقاصد و اہداف میں دعوت وتبلیغ دین، اصلاح احوال امت، تجدید و احیائے دین، ترویج و اقامت اسلام، اتحاد امت، بین المذاہب رواداری کا فروغ سرفہرست ہیں۔ تاہم تحریک منہاج القرآن کو جو چیز نمایاں مقام عطا کرتی ہے وہ بچوں کی تعلیم و تربیت اور قرآن سنت کی روشنی میں ویمن ایمپاورمنٹ ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے تحریک منہاج القرآن کی بنیاد رکھنے کے ساتھ ہی خواتین کی تعلیم و تربیت اور ان کی ایمپاورمنٹ کے لئے منہاج القرآن ویمن لیگ کا الگ سے ایک فورم قائم کیا۔ شیخ الاسلام کا ویژن ہے کہ تعلیم وہ واحد ہتھیار ہے جس کے ذریعے انسان پر اخلاقی، روحانی ترقی اور خوشحالی کے دروازے کھلتے ہیں اور انسان حقوق و فرائض کی ادائیگی کے ضمن میں اپنی ذمہ داریاں انجام دینے کے قابل ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام کے نزدیک ویمن امپاورمنٹ کا حقیقی تصور خواتین کو علم کے زیور سے آراستہ کرنا ہے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے منہاج ویمن کالج برائے خواتین کی بنیاد رکھی۔ آج یہ کالج ہزاروں خواتین کو معیاری تعلیم فراہم کررہا ہے۔ منہاج القرآن دنیا کی واحد تحریک ہے جس کا اوڑھنا بچھونا علم، امن اور تحقیق ہے۔ تربیت کے بغیر علم کی مثال بغیر روح کے جسم والی ہے۔ جس طرح جسم کی حرارت اس کی روح ہے، اسی طرح علم کی روح تربیت ہے۔ تحریک منہاج القرآن نے فروغ علم کے ساتھ ساتھ تربیت پر بہت توجہ دی ہے تاکہ ڈگری حاصل کرنے کے بعد انسان انسانیت کے لئے نفع بخش بن سکے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تعلیمات ہیں کہ علم دنیا کمانے کے لئے نہیں بلکہ انسانیت کو نفع پہنچانے اور آخرت کمانے کے لئے ہے۔ انہوں نے جب اپنے اطراف میں دیکھا کہ بڑے بڑے تعلیمی ادارے اور یونیورسٹیاں تعلیم تو دے رہی ہیں مگر تربیت کا عنصر عنقا ہے اور امت محمدیہ بتدریج تبلیغِ دین سے کٹتی چلی جارہی ہے اور معاشرے میں لاقانونیت اور خلاف دین افعال کا گراف بڑھتا چلا جارہا ہے اور ایک ایسی نسل پروان چڑھ رہی ہے جسے قرآنی مقصدِ حیات سے لاتعلق رکھا جارہا ہے۔ شیخ الاسلام نے اس المیہ کی فقط نشاندہی نہیں کی بلکہ اپنا عملی کردار ادا کرتے ہوئے منہاج القرآن کے تعلیمی اداروں کو تربیت کے نور سے روشن کیا۔ الحمدللہ آج 40سال کے بعد یہ بات فخر سے کہی جاسکتی ہے کہ منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کے پرائمری یا مڈل سکول ہوں یا منہاج ویمن کالج ہو، کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز ہو یا نظام المدارس پاکستان ہو، منہاج یونیورسٹی لاہور ہو یا لارل سکولز ہومز کی چین ہو ہر جگہ تعلیم کے ساتھ تربیت ہم آہنگ نظر آئے گی اور اسی تعلیم و تربیت کے حسین امتزاج کے باعث والدین منہاج القرآن کے زیرانتظام چلنے والے تعلیمی اداروں میں اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا پسند کرتے ہیں۔ اس وقت منہاج القرآن کے ہر سطح کے تعلیمی ادارں میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد بچے تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

منہاج القرآن کے تعلیمی اداروں میں بین الاقوامی معیار کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہر عمر کے افراد کی روحانی و اخلاقی تربیت کا اہتمام بھی موجود ہے۔ روحانی و اخلاقی تربیت کے حوالے سے منہاج القرآن کا شہر اعتکاف اور گوشہ درود پوری دنیا میں مشہور ہے۔ اس کے علاوہ ویمن لیگ کے زیراہتمام ملک گیر سیرت النبی ﷺ اور سیدہ کائنات کانفرنسز روحانی، فکری تربیت کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ اس کے علاوہ خواتین میں عقائد صحیحہ کی ترویج کے لیے الھدایہ کیمپس کا بھی بہت بڑا کردار ہے۔ یہ کیمپس برطانیہ اور یورپ میں بڑی کامیابی کے ساتھ خدمت دین انجام دے رہے ہیں۔ جب ہر عمر کے افراد کی تربیت کا دعویٰ کیا جاتا ہے تو اس میں بچے بھی شریک ہیں۔ ان کی تعلیم و تربیت کا ایک جامع نظام وضع کیا گیا ہے جو سالہا سال اپنے شیڈول کے مطابق جاری و ساری رہتا ہے۔ دعا ہے اللہ رب العزت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو صحت و تندرستی کے ساتھ ہمارے سروں پر سلامت رکھے اور منہاج القرآن کو تاقیامت قائم و دائم رکھے۔

فکرِ شیخ الاسلام

حضور نبی اکرم ﷺ سلطانِ انبیاء، بادشاہِ کائنات ہیں

آپ ﷺ پر درود پڑھنے والے امتی کے سلام کا جواب فرشتے دیتے ہیں

حضور نبی اکرم ﷺ کی شان کے تذکرے ہزارہا سال پہلے سے چلے آرہے تھے

خصوصی خطاب: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ (آل عمران، ۳: ۸۱)

’’اور (اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر دوں پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول (ﷺ) تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہوں گی تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے، فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا اور اس (شرط) پر میرا بھاری عہد مضبوطی سے تھام لیا؟ سب نے عرض کیا: ہم نے اِقرار کر لیا، فرمایا کہ تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔‘‘

جب ابھی عالم بشریت پیدا ہی نہیں ہوئی تھی، سلسلہ نبوت ابھی زمین پر جاری ہی نہیں ہوا تھا، ہر نبی سوچ رہا تھا، ابھی تو زمین پر سلسلہ تخلیق انسانی شروع ہی نہیں ہوا تھا اللہ رب العزت انبیاء سے حضور ﷺ پر ایمان لانے کا میثاق لے رہا ہے۔ ہر نبی حضور ﷺ کی زیارت کا مشتاق ہو گیا، ہر ایک کو آرزو ہوگئی کہ کاش! اُس کے زمانے میں تاجدارِ کائنات ﷺ آجائیں اور وہ حضور ﷺ کی بیعت کر لے۔ اُن ﷺ کا امتی بن جائے۔ چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے۔

ہر پیغمبر کی امت جب تک اس کی دعوت پر لبیک کہتی تو وہ سلسلہ دعوت جاری رکھتا۔ جب اُمت اُس کی دعوت کو رد کر دیتی تو اللہ پاک اس قوم پر عذاب نازل کرتے وہ نبی وہاں سے ہجرت کر جاتے، حضور ﷺ کا امتی بننے کے لئے سفر کر کے مکہ آجاتے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن ثابتؓ جو جلیل القدر ثقہ فقیہ تابعی ہیں وہ کہتے ہیں جس نبی کی امت ہلاک ہو جاتی دعوت نبوت کو رد کرنے کے بعد وہ نبی وہاں سے ہجرت کر کے شہر مکہ آجاتے اور عمر بھر آمد مصطفیٰ ﷺ کے دیدار میں انتظار میں مکہ رہتے، یہیں عبادت کرتے، یہیں وفات ہو جاتی اور یہیں دفن ہو جاتے۔

عبداللہ بن ضمرۃ سلولی روایت کرتے ہیں:

مَا بَیْنَ الرُّکْنِ إِلَی الْمَقَامِ إِلَی زَمْ زَمْ قَبْرُ تِسْعَةٌ وَتِسْعِیْنَ نَبِیًّا. (ازرقی، اخبار مکۃ، ۱:۶۸)

’’ننانوے (۹۹) انبیائے کرام کے مزارات مقام زَم زَم اور مقام حجر اسود کے درمیان ہیں۔‘‘

آپ کی نبوت و رسالت اتنی معروف تھی اس وقت کے بادشاہ جو یہودی یا نصرانی بادشاہ تھے جو پرانی کتابیں پڑھتے تھے، انھوں نے اپنے نبیوں کی زبان سے نسلاً بعد نسلاً سن رکھا تھا کہ سلطانِ کائنات ﷺ، سلطانِ انبیاء اور بادشاہِ کائنات تشریف لانے والے ہیں۔

نجاشی کے دربار میں حضرت جعفرؓ نے خطاب کیا اورحضور ﷺ کی سیرت وصورت اور کمالات بیان کئے۔ نجاشی نے تخت پر بیٹھ کر جب حضور ﷺ کا تذکرہ سنا تو اعلان کیا:

وأنه الرسُول الَّذِیُ بَشَّر بِهٖ عیسیٰ بن مریم.

خدا کی قسم! یہ محمد مصطفیٰ ﷺ وہی رسول آخر الزماں ہیں جن کی بشارت ہمارے نبی حضرت عیسیٰؑ نے دی۔

نجاشی نے اعلان کر کے شہادت دی اور کہا:

والله لـولا مـا أنـا فيـه من الملک لأتيته حتى أكون أنا أحمل نعليه.

خدا کی قسم! میں اس وقت بادشاہی کی زنجیروں میں جکڑا ہوں، اگر یہ مجبوریاں میرے پاؤں میں نہ ہوتیں اور مجھے موقع مل گیا۔

أكون أنا أحمل نعليه. (احمد بن حنبل، المسند، ۱:۴۶۱)

میں مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ جاؤں گا اور صبح و شام مصطفیٰ ﷺ کے جوڑے اٹھاؤں گا۔

آقا ﷺ نے قیصر روم کی طرف بھی ایک وفد بھیجا۔ اس نے آقا ﷺ کے بارے میں تذکرہ سنا تو صحابہ کرام سے چند سوالات کئے۔

۱۔ اُس نبی کا حسب ونسب کیا ہے؟

۲۔ اُس نبی کی تعلیم کیا ہے؟

ان سوالات کے بعد تو اس نے اپنے دربار میں اعلان کیا کہ: لوگو! سنو میں تمہیں گواہی دیتا ہوں، اے صحابی رسول! جو کچھ تم نے بتایا ہے اگر وہ سب کچھ حق ہے تو میرا اعلان ہے۔

فَسَيَمْلِکُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ.

جس تخت پر میرے اس وقت قدم ہیں یہ ساری زمین مصطفیٰ ﷺ کی سلطنت میں ہوگی۔

فَلَوُ أَنِّي أَعْلَمُ أَنِّي أَخْلُصُ إِلَيْهِ، لَتَجَشَّمْتُ لِقَائَهُ، وَلَوُ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنُ قَدَمِهِ.

(بخاری، الصحیح، کتاب بدء الوحی، ۱:۸، رقم: ۷)

’’اگر مجھے کبھی حضور ﷺ کی زیارت اور دید ہوگئی تو خدا کی قسم! میں اپنے ہاتھوں سے اُن کے قدموں کو غسل دوں گا۔‘‘

آقا ﷺ کی شان وعظمت کے تذکرے آج کے مسلمان ہونے کی عقیدت کی وجہ سے نہیں یہ حضور ﷺ کی ولادت سے ہزار ہا سال پہلے کتابوں میں چلے آرہے تھے۔

ولادتِ مصطفیٰ ﷺ سے پہلے بھی حضور ﷺ بادشاہ تھے اور ولادت کے بعد بھی قیامت تک بادشاہی حضور ﷺ کی ہے۔ قرآن کہتا ہے:

فَـلَا وَرَبِّکَ لَا يُـؤْمِـنُـوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْکَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ. (النساء، ۴:۶۵)

’’پس (اے حبیب!) آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مسلمان نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان واقع ہونے والے ہر اختلاف میں آپ کو حاکم بنالیں۔‘‘

صہیب روم سے، بلال حبشہ سے اور سلمان فارس سے آئے۔ یہ سب وہ ملک ہیں یہاں کے لوگ آپ ﷺ کے تذکرے پڑھ کر حضور ﷺ کی غلامی میں آئے اور خلفائے راشدین کے دور میں یہ سب ملک اسلامی سلطنت کا حصہ بنے۔

ابو یعلی روایت کرتے ہیں:

آقا ﷺ کی خدمت میں ایک وفد بربریوں کا مکہ میں آیا اور آقا ﷺ نے یہ جان کر کہ یہ بربری قوم کے لوگ ہیں افریقہ کے علاقے سے آئے ہیں، حضور ﷺ نے اُن سے بربری زبان میں گفتگو فرمائی۔

کیونکہ آپ ﷺ کو، تو کل زبانیں عطا کی گئی تھیں۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ.

’’اور ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی زبان کے ساتھ۔‘‘ (ابراہیم، ۱۴:۴)

یہ قرآن مجید کا اصول ہے۔ جس قوم کی طرف اللہ رسول کو بھیجتا ہے اُس قوم کی زبان اُس رسول کو عطا فرماتا ہے۔ چونکہ کل اقوام عالم کی طرف حضور ﷺ رسل تھے سب کی زبانیں حضور ﷺ کو عطا ہوئیں۔

سیدنا علی مرتضیٰ ؓ روایت کرتے ہیں:

يـقـدم عـلـي فـي مـديـنـتي هذه في يوم واحد وفدان أحدهما وافد السند والآخرة واقد أهل افريقية.

(ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ۱۰:۶۰)

میرے شہر مدینہ میں ایک ہی دن میں دنیا کے مختلف ملکوں سے دو وفد آئے ایک کا پاکستان کی سرزمین پر جو اُس وقت ہند تھی۔ صوبہ سندھ کے وفد نے اُس وقت اسلام قبول کیا، صحابی بنے اور اسلام پاکستان جس خطے میں ہے (ہند) میں اُس وقت داخل ہوا جب ابھی آقا ﷺ کا وصال نہیں ہوا تھا۔ آقا ﷺ نے انہیں پہنچانا اور فرمایا: یہ وفد سندھ سے آیا ہے۔ حضور ﷺ نے کبھی سندھ کی طرف سفر نہیں کیا تھا مگر آپ سلطانِ کائنات تھے، ہر شے ہتھیلی پر میرے آقا ﷺ کے رکھ دی گئی تھی۔

دوسرا وفدا فریقہ سے آیا اور انہوں نے آقا ﷺ کے دستِ اقدس پر بیعت کی اور مسلمان ہوئے۔

سلطنتِ مصطفیٰ ﷺ صرف انسانی طبقات تک محدود نہیں۔ دوسرا طبقہ جنات کا ہے۔ جنات کے بھی حضور ﷺ سلطان بنائے گئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ سے باہر ہم ایک جگہ پر تھے، ایک بوڑھا شخص آیا وہ انسانی شکل میں جن تھا، اُس کے ہاتھ میں لاٹھی تھی۔ اُس نے آقا ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا۔ پوچھا: اے شخص! تم جنات کے کس طبقے، کس قوم، اور کس قبیلے سے ہو؟ اُس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ!

میرا نام ھامۃ ہے، میرے باپ کا نام ھیم، میرے دادا کا نام لاقیس اور میرے پر دادا کا نام ابلیس تھا۔

لا أری بینک وبین إبلیس إلا أبوین.

اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارے اور ابلیس کے درمیان صرف دو پشتیں ہیں۔

فرمایا: بتاؤ تمہاری عمر کتنی ہے؟ اُس نے جواب دیا: ہابیل نے جب قابیل کو قتل کیا تھا اُس وقت میری عمر چند سالوں کی تھی، میں بات سمجھتا تھا۔ اب آقا ﷺ نے فرمایا: کہ میرے پاس کیسے آئے ہو؟ اُس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر بھی ایمان لایا اور میں حضرت یوسف کے ساتھ بھی رہا اور حضرت موسیٰ کے ساتھ رہا، حضرت یعقوب کے ساتھ رہا۔ پھر حضرت یوسف کے پاس رہا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضری دیتا رہا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ اُس نے کہا: آقا ﷺ! میں ایک پیغام اٹھائے پھرتا ہوں میں انبیا علیہم السلام کی خدمت میں جاتا، میں حضرت عیسیٰ السلام کے پاس گیا تھا۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مجھے انجیل پڑھائی تھی۔

اور یا رسول اللہ ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کے لیے ایک پیغام دیا تھا وہ لایا ہوں۔

عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا: کہ اے ھامۃ بن ھیم اگر مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں تیرا جانا ہو تو اُن کی بارگاہ میں میرا سلام پیش کرنا۔

میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا سلام لے کر آیا ہوں۔ آقا ﷺ کی آنکھیں بھر آئیں سلام کا جواب دیا آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: کوئی حاجت ہے تو مجھے بتاؤ۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے قرآن کی تعلیم دیں، میں آپ کا شاگرد بننے کے لئے تیار ہوں۔

آقا ﷺ نے اُسے دس سورتوں کی تعلیم دی۔

وعلمه سورة الواقعة وعَمَّ يتسائلون، و إذ الشمس كورت و قل يايها الكفرون و سورة اخلاص والمعوزتين.

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اُس کے بعد پھر ہماری ملاقات اُس سے نہیں ہوسکی۔ اُس وقت دیکھا تھا معلوم نہیں کہ وہ اب زندہ ہے یا فوت ہوگیا۔ (رازی، تفسیر کبیر، ۲۸:۲۸)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے گارڈ تھے، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ، علی شیر خداؓ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کثیر صحابہ یکے بعد دیگرے رات اور دن کو سکیورٹی گارڈ بن کر پہرہ دیتے تھے، پھر آیت اُتری

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ. (المائدة، ۵: ۶۷)

''اور اللہ (مخالف) لوگوں سے آپ (کی جان) کی (خود) حفاظت فرمائے گا۔''

اللہ پاک نے فرمایا: اے محبوب! آج کے بعد اللہ نے آپ کی حفاظت اپنے ذمے لے لی ہے پھر ملائکہ مصطفیٰ ﷺ کے سکیورٹی گارڈ بن گئے۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنھما نے فرمایا: حضور نبی اکرم ﷺ ایک غزوہ کے لئے نکلے تو اپنے صحابہ

کرام ؓ سے فرمایا: میرے آگے آگے چلو اور میری پشت کو ملائکہ کے لئے چھوڑ دو۔

حضرت ابوھریرہ ؓ راوی ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ سَلَّمَ عَلَيَّ فِي شَرْقٍ وَلَا غَرْبٍ إِلَّا أَنَا وَمَلَائِكَةُ رَبِّي نَرُدُّ عَلَيْهِ السَّلَامَ. (ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ۶:۳۴۹)

مشرق ومغرب میں (جہاں کہیں بھی) جو مسلمان مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو میں اور میرے ربّ کے فرشتے اسے اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

یہاں لفظ بولا: سَلَّمَ عَلَيَّ جو حضور ﷺ پر سلام

اللہ پاک نے آپ کی شان اور عظمت کو اجاگر کرنے کے لیے ملائکہ کو الگ سے مقرر کر رکھا ہے۔ درود و سلام براہِ راست بھی پہنچتا ہے اور ملائکہ بھی مقرر ہیں۔ روئے زمین پر بھی اور قبرِ انور کے اردگرد بھی۔ گنبدِ خضریٰ کے اردگرد بھی۔ فلاں شخص، فلاں کا بیٹا اُس نے آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجتا ہے، فرشتے درود و سلام پڑھتے ہیں، پروں سے قبرِ انور چھوتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی نے روایت کیا۔

جانور بھی آقا ﷺ کا ادب و احترام کرتے۔

حضرت انس بن مالک ؓ راوی ہیں۔

انصاریوں کا ایک گھر تھا مدینہ پاک میں اُن کا اونٹ پاگل ہوگیا اور ہر ایک کو کاٹنے کے لیے بھاگتا تھا۔ وہ انصاری آقا ﷺ کی بارگاہ میں آگئے۔

عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا اونٹ پاگل ہوگیا ہے، ہر شخص کی طرف حملہ کرتا ہے، آپ ﷺ تشریف لائیے اس کو ٹھیک کر دیجیے۔ یہ عقیدے تھے صحابہ کرامؓ کے۔ اُنہیں پتہ تھا جانور بھی مصطفیٰ ﷺ کے غلام ہیں۔ آقا ﷺ اُن کے ساتھ چل پڑے۔ جب اُن کے گھر گئے، اندر داخل ہونے لگے جس حویلی میں اونٹ تھا۔

انصاری نے آپ ﷺ سے درخواست کی آپ اکیلے اندر داخل نہ ہوں، اونٹ حملہ کر دے گا اور آپ ﷺ کو تکلیف پہنچائے گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اونٹ مجھے کچھ نہیں کہتا۔

جب آقا ﷺ اونٹ کے سامنے گئے، اُس کی نظر مصطفیٰ ﷺ پر پڑی وہ دوڑا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر سجدہ ریز ہوگیا۔

آقا ﷺ نے اُس کے ماتھے کے بال پکڑ کے کھینچے، جھٹکا دیا اور فرمایا: جاؤ کام کرو۔ اونٹ سر کو نیچے کر کے اُسی وقت کام پر لگ گیا۔ صحابہ کرام دنگ رہ گئے یہ منظر دیکھ کر اور وہ بول اُٹھے یا رسول اللہ!

هٰذِهٖ بَهِيْمَةٌ لَا تَعْقِلُ تَسْجُدُ لَكَ.

اجازت دیں آپ ﷺ کو ہم بھی سجدہ کریں۔ اس پر آقا ﷺ نے جواب دیا: میری امت کے لیے اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ جائز نہیں۔

جب قیامت ختم ہو جائے گی، حضور ﷺ جنت میں جائیں گے اور حضور ﷺ کی سلطنت اور حکومت جنت میں بھی قائم دائم ہوگی۔

جب جنت میں سب چلے جائیں گے تو آقا ﷺ کا قیام آپ کی شان کے مطابق ہر سو ہو گا ایک ہزار محلات حضور ﷺ کے خادموں کے لئے الگ بنائے گئے ہوں گے۔ جنت میں صرف میرے آقا ﷺ کے خداموں اور غلاموں کے لئے ایک ہزار محلات ہوں گے اور وہ جنت کے موتیوں کے ساتھ بنے ہوئے ہوں گے اور مٹی کا گارا مسک کا، کستوری کا ہو گا۔ ہزار نوری محلات میرے آقا ﷺ کے خادموں، نوکروں اور غلاموں کے لئے ہوں گے۔ (سیوطی، الدر المنثور، ۸:۵۴۲)

قرآن مجید میں آتا ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰىo (الضحی، ۹۳ : ۵)

''اور آپ کا رب عنقریب آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔''

پس سلطنت مصطفیٰ ﷺ جیسی کوئی سلطنت نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔ حضور ﷺ سلطان ہیں، بادشاہ ہیں، آقا ﷺ شہنشاہ ہیں، حاکم کل کائنات ہیں، خدا کے نائب ہیں۔

لہذا دنیا کی شہنشاہی میں کچھ نہیں ہے۔ مادیت میں کچھ نہیں ہے۔ ساری عزتیں حضرت محمد ﷺ کے قدموں میں آجانے میں ہیں۔ ساری بلندیاں مصطفیٰ ﷺ کی اتباع و اطاعت میں ہیں۔ ☆☆☆☆☆

ولادتِ مصطفیٰ ﷺ اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے

بعثت خاتم النبین ﷺ کے وسیلے سے انسانیت کو جینے کا سلیقہ ملا

جس ہستی کے قلب اطہر پر قرآن نازل ہوا اس ہستی کی ولادت کی خوشی دنیا کی ہر خوشی سے بلند تر ہے

سعدیہ کریم

ماہ ربیع الاول حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کی نسبت سے ایک انفرادی حیثیت کے ساتھ سال کے باقی تمام مہینوں پر نمایاں فضیلت اور امتیاز رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف افراد کو افراد پر، بعض ایام کو دوسرے ایام پر، کچھ مہینوں کو دوسرے مہینوں پر مختلف نسبتوں سے شرف و امتیاز عطا فرمایا ہے۔ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام کو بھی ایک دوسرے پر مختلف جہتوں اور نسبتوں سے فضیلت حاصل ہے۔ رمضان المبارک کو نزول قرآن کی وجہ سے شرف و امتیاز ملا ہے اور لیلۃ القدر بھی سال کی باقی راتوں سے افضل قرار دی گئی ہے۔

جس طرح قرآن مجید اللہ تبارک و تعالیٰ کا پاکیزہ کلام ہونے کی حیثیت سے دنیا کے تمام کلاموں میں منفرد اور فضیلت والا ہے۔ اسی طرح اس ہستی کی عظمتوں کا کیا عالم ہوگا جن کی وجہ سے انسانیت کو قرآن کریم جیسا عظیم ذخیرہ علم و حکمت اور مصدر ہدایت میسر آیا۔ جب نزول قرآن کی وجہ سے رمضان کو اتنی فضیلت ملی کہ اس کی صرف ایک رات ہزار مہینوں سے افضل ٹھہری تو پھر ماہ ربیع الاول کی عظمت و فضیلت کا کیا عالم ہوگا جس میں صاحب قرآن ﷺ کی آمد ہوئی۔ ان حقائق کو تسلیم کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ قرآن حکیم کی قدر و منزلت کا اعتراف کرنے سے پہلے صاحب قرآن کی قدر و منزلت کو ماننا ہوگا اور ان مبارک ساعتوں کے تقدس کا اعتراف کرنا ہوگا جن میں صاحب قرآن ﷺ کی تشریف آوری ہوئی۔

ماہ ربیع الاول کے مبارک دن یعنی 12 ربیع الاول کو عید میلاد النبی ﷺ کے طور پر منایا جاتا ہے۔ یہ عید شرعی نہیں ہے لیکن یہ عید شرعی سے بھی زیادہ قدر و منزلت والی عید ہے کیونکہ عید کا مفہوم ہے ''خوشی و مسرت والا دن'' اور صاحب قرآن کی اس کائنات میں تشریف آوری سے بڑی خوشی اور مسرت ہو ہی نہیں سکتی۔ یوم ولادت مصطفیٰ ﷺ معروف معنی میں عید کا دن ہے جیسے کسی قریبی دوست یا محبوب کی آمد پر کہا جاتا ہے کہ آپ کا آنا عید ہے۔ آپ کا ملنا عید ہے عربی میں مشہور ہے کہ

عید وعید وعید صرن مجتمعة
وجه الحبیب وعید الفطر والجمعة

''یعنی ہمارے لیے تین عیدیں اکٹھی ہوگئی ہیں، محبوب کا چہرہ، عیدالفطر اور یوم جمعہ''۔

آپ ﷺ کا یوم ولادت مسلمانوں کے لیے عید کا دن ہے اس کے دلائل قرآن و سنت میں موجود ہیں۔ ذیل میں ان کا تجزیہ پیش خدمت ہے:

جشنِ نزولِ قرآن سے استدلال:

قرآن کریم کا نزول انسانیت کے لیے بہت بڑی نعمت ہے اس کے ذریعے انسانیت کو ایسا نور ملا ہے جس سے جہالت کی تاریکیاں دور ہوگئی ہیں اور انسان کو شرف و تکریم

سے نوازا گیا جب نزول قرآن کے ذریعے انسان کو لاانتہا عظمتیں عطا کی گئی ہیں تو جس ہستی کے قلب اطہر پر اس قرآن کا نزول ہوا ان کی شان کتنی بلند ہوگی۔ آپ ﷺ کے بلند مقام کا ادراک کون کرسکتا ہے۔ حقیقت میں قرآن کریم نبی ﷺ کے اسوہ کامل اور آپ ﷺ کے فضائل خصائل اور شمائل کے ذکر جمیل کا مجموعہ ہے۔ قرآن کریم جیسی عظیم نعمت پر شکر خداوندی ادا کرنا اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس سے محبت کے اہم ترین تقاضوں میں سے ہے لیکن نعمت قرآن کا شکر ادا کرنا اس وقت تک مقبولِ خدا نہیں جب تک اس نبی کی ولادت باسعادت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کیا جائے جن کے وسیلے اور واسطے سے انسانیت کو قرآن کریم جیسی عظیم نعمت میسر آئی ہے۔ اس لحاظ سے یوم میلاد مصطفیٰ ﷺ مسلمانوں کے لیے خوشی اور مسرت یعنی عید کا دن ہوتا ہے اور اسے بطور عید منانا چاہیے۔

لیلۃ القدر کی فضیلت سے استدلال:

جس مبارک رات میں کلام الٰہی (قرآن) لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اتارا گیا اسے ہزار مہینوں سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رات کو قیامت تک کے انسانوں کے لیے بلندی درجات کا وسیلہ اور تمام راتوں کی پیشانی کا جھومر بنادیا ہے۔ تو جس رات صاحبِ قرآن کا ظہور ہوا اور اس کائنات کو آپ ﷺ کے وجودِ مسعود سے شرف بخشا گیا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس شب ولادتِ مصطفیٰ ﷺ کی قدرو منزلت کیا ہوگی کیونکہ اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو نہ تو قرآن نازل ہوتا اور نہ ہی شب قدر ہوتی بلکہ یہ کائنات ہی تخلیق نہ کی جاتی۔ درحقیقت یہ ساری نعمتیں اور فضیلتیں ولادتِ مصطفیٰ ﷺ کا صدقہ ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ شب ولادت مصطفیٰ ﷺ شب قدر سے بھی افضل ہے۔ بہت سے ائمہ و محدثین اور اہل علم و معرفت نے شب میلاد مصطفیٰ ﷺ کو شب قدر سے افضل قرار دیا ہے۔

امام قسطلانیؒ، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، امام زرقانیؒ اور امام نبہانیؒ نے بڑی وضاحت وصراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ سب راتیں فضیلت والی ہیں مگر شب ولادت مصطفیٰ ﷺ سب سے افضل ہے۔ اس لحاظ سے یوم ولادت مصطفیٰ ﷺ عید کا دن ہے۔

جشن نزولِ خوان نعمت سے استدلال:

پہلی امتوں پر جب اللہ تعالیٰ اپنی کوئی نعمت نازل فرماتے تو وہ اس دن کو بطور عید مناتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور شکر ادا کرتے تھے۔ جیسا کہ سورہ المائدہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر موجود ہے جس میں انھوں نے مائدہ کی نعمت طلب کی تھی انہوں نے یوں عرض کیا:

”اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے خوانِ نعمت نازل فرما کہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے وہ عید کا دن ہوجائے اور وہ خوان تیری طرف سے تیری قدرت کاملہ کی نشانی ہو۔“

اس آیت مبارکہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سابقہ امتیں نعمتوں کے نزول کے دن کو بطورِ عید مناتی تھیں اور قرآن کریم میں اس عمل کا ذکر موجود ہے تو امت مسلمہ کے لیے ان کے نبی ﷺ کی اس کائنات میں تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت بلکہ احسان عظیم ہے۔ اس لیے اس عظیم نعمت کے حصول کے دن کو بطور عید منانا لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا خود حکم دیا ہے۔ سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”اور اپنے اوپر کی گئی اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا فرمادی۔ پس تم اس نعمت کی وجہ سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے۔“

اس آیت مبارکہ میں جس نعمت کو یاد کرنے اور اس پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا جارہا ہے وہ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ ہے جن کے ذریعے سے بندوں کو ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑا گیا جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے انھیں ایک دوسرے کا ہمدرد اور غمخوار بنادیا گیا۔ ان کی نفرتوں اور عداوتوں کو محبتوں سے بدل دیا گیا۔ اس لحاظ سے آپ ﷺ کا اس دنیا میں تشریف لانا انسانیت کے لیے خوشی اور مسرت کا مقام ہے اور اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ ہم یومِ میلاد مصطفیٰ ﷺ کو بطور عید منائیں اور

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سراپا تشکر بن جائیں۔

ولادتِ مصطفیٰؐ کو بطور عید (خوشی) منانے کا حکمِ خداوندی:

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا ایک مقبول عام طریقہ خوشی و مسرت کا اعلانیہ اظہار ہے۔ ولادت مصطفیٰ ﷺ سے بڑی نعمت اور کیا ہوسکتی ہے یہ وہ نعمت عظمیٰ ہے جس کا شکر ادا کرنے اور جس پر خوشیاں منانے کا حکم خود رب کائنات دے رہا ہے۔ سورہ یونس میں ارشاد ہوتا ہے:

''فرمادیجئے (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثتِ محمدیؐ کے ذریعے تم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہیے کہ اس پر خوشیاں منائیں، یہ (خوشی منانا) اس سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔''

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمارہے ہیں کہ پوری امت کو یہ پیغام دے دیا جائے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی جو رحمت نازل ہوئی ہے وہ یہ تقاضا کرتی ہے کہ جس قدر ممکن ہوسکے خوشی اور مسرت کا اظہار کریں اور جس دن حبیب خدا ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی اسے شایان شان طریقے سے منائیں۔ اس آیت میں حصول نعمت کی خوشی امت کی اجتماعی خوشی ہے جسے اجتماعی طور پر عید اور جشن کی صورت میں ہی منایا جاسکتا ہے۔ اس لحاظ سے آیہ مبارکہ یہ پیغام دے رہی ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ یوم ولادت مصطفیٰ ﷺ کو عید میلاد النبی ﷺ کے طور پر منائیں۔

احادیث مبارکہ سے عید میلاد النبی ﷺ پر استدلال:

حضور نبی اکرم ﷺ عالم انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کا فضل، رحمت، نعمت اور احسانِ عظیم ہیں۔ امت مسلمہ کو اس نعمت عظمیٰ پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا واجب ہے کیونکہ شکر اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور اس کے انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ یوم ولادت مصطفیٰ ﷺ ثقافتی، تاریخی، اسلامی اور معاشرتی حوالوں سے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس لیے اسے عید کی طرح جوش و جذبے کے ساتھ منایا جانا چاہیے۔

یہودی یوم عاشورہ کو یوم عید کے طور پر مناتے تھے کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون کے ظلم وستم سے نجات بخشی تھی۔

دور جاہلیت میں قریش مکہ یوم عاشورا کا روزہ رکھتے تھے اور اس کو بطور عید مناتے تھے۔ اس دن کو بطور عید منانے کی وجہ یہ تھی کہ اس دن کعبۃ اللہ پر پہلی مرتبہ غلاف چڑھایا گیا تھا۔ وہ دس محرم کا دن تھا آپ ﷺ کی ولادت کے بعد بھی مکہ میں 10 محرم کو عید منائی جاتی تھی آپ ﷺ نے بھی اس کا معمول اپنایا کعبہ پر غلاف چڑھانے کو ''کسوۃ الکعبۃ'' کہا جاتا ہے۔

ان روایات سے یہ جواز ملتا ہے کہ جن خاص دنوں میں انسانیت کو کوئی شرف یا نعمت نصیب ہو اسے بطور عید منانا جائز ہے تو رسول خدا ﷺ کا اس کائنات میں تشریف لانا ہر شرف سے بڑا شرف اور تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے۔ اس لحاظ سے یوم ولادت مصطفیٰ ﷺ کو بطور عید منانا جائز اور مستحسن عمل ہے۔

حاصلِ کلام:

انبیائے کرام علیہم السلام کی ولادت اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ ہر نبی کی ولادت کے وسیلے سے اس کی امت کو باقی ساری نعمتیں نصیب ہوتی ہیں۔ ولادت مصطفیٰ ﷺ کے وسیلے سے امت محمدی کو قرآن مجید، ماہ رمضان، جمعۃ المبارک، عیدالفطر، عیدالاضحیٰ جیسی نعمتیں شرف وفضیلت اور سنت و سیرت مصطفیٰ ﷺ کی نعمتیں ایک تسلسل کے ساتھ عطا ہوئی ہیں۔ ان تمام نعمتوں کا اصل موجب ربیع الاول کی وہ پرنور اور پرمسرت ساعت ہے۔ جس میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی ہے۔ لہذا اس دن میں خوشی منانا اور جشن منانا ایمان کی علامت ہے اور ہمارے ایمان کا لازمی جزو ہے۔ یہ دن مسلمانوں کی عید کا دن ہے۔

☆☆☆☆☆

توقیر وعظمتِ عورت کا قرآنی امتیاز

منہاج القرآن ویمن لیگ کے اہداف اور امتیازات

اسلام کی آمد سے خواتین کو توقیر ملی اور غلامی کی زنجیریں ٹوٹیں

منہاج القرآن ویمن لیگ مسلم خواتین کو ایک پلیٹ فارم پر منظم کرنے کا ملی فریضہ انجام دے رہی ہے

محمد شفقت اللہ قادری

منہاج القرآن ویمن لیگ کے اہدافی امتیازات اور اس کے دائرہ کار کا تعین کرنے سے قبل خواتین کو ودیعت شدہ درج ذیل امتیازات کی روشنی میں منہاج القرآن ویمن لیگ کے تحریکی اہداف، ماحصل اور نظریاتی و معاشرتی چیلنجز میں موثر کردار کا عملی تعین اور خواتین کے تعمیری اور نظریاتی کل پر ایک طائرانہ نظر ڈالنی ہوگی:

خواتین کے امتیازات کا دائرہ کار:

۱۔توقیر حواؑ کا الوہی امتیاز ۲۔توقیرِ عورت کا قرآنی امتیاز

۳۔توقیرِ عورت کا نبوی امتیاز

۴۔امہات المومنین کی سوانح مظاہرہ کی روشنی میں عورت کا خصوصی امتیاز

توقیر حوا کا الوہی امتیاز:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً.

’’اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہاری پیدائش (کی ابتداء) ایک جان سے کی پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلا دیا۔‘‘ (النسآء، ۴: ۱)

قارئین محتشم! یہ درحقیقت تخلیق حواؑ کی طرف توجہ مبذول کروائی جارہی ہے کیونکہ کائنات کے چند مافوق الفطرت واقعات میں سے ایک خاص معجزانہ کرشمۂ قدرتِ کاملہ رونما ہوا۔ خالق کے حکمِ کُن اور توجہ تخلیقی کے باعث حضرت حواؑ کو حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے پیدا کیا۔ قادر مطلق کا مطمع نظر آدم و حوا کو عین فطرت کے مطابق تسکین اور اطمینان بخشنا تھا اور دوسرا عظیم اور اصل مقصد جس کی غمازی سورہ النساء کی مذکورہ آیت میں ہوچکی کہ تخلیقی پیدائش کی ابتدا آدمؑ سے ہوئی پھر جوڑا پیدا فرمایا یعنی کہ تخلیقِ حواؑ مافوق الفطرت طریق سے ہوئی پھر دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں کی (تخلیق) کو پھیلا دیا۔ اس امر میں خدا تعالیٰ کی دسترس کاملہ کے لیے قرآن فرماتا ہے:

یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. (فاطر، ۳۵: ۱)

’’اور تخلیق میں جس قدر چاہتا ہے اضافہ (اور توسیع) فرماتا رہتا ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔‘‘

لطیف منطقی نکتہ وجدانی:

جس طرح تخلیق آدمؑ مافوق الفطرت طریق سے قادر مطلق خالق عظیم نے کی اور آدمؑ کو مسجود ملائکہ بنایا۔ اس کا خاص مطمع نظر اشرف الخلوق آدمؑ ہی تھا اور اشرف الخلوق آدمؑ کی منطقی اور تخلیقی حقیقت مقصدِ تخلیقِ کائنات حبیب کبریا، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفی ﷺ کے بشری مجسم حقیقتِ وجودِ مسعود کی مبارک ولادت اور تشریف آوری تھا۔

قارئین محتشم! عین اسی طرح قادرِ مطلق صانعِ عالم ہائے ہفت رب کائنات نے اپنی خاص حکمت عالی کے باعث اماں حواؑ کو مافوق الفطرت طریق سے حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی (Rib) سے تخلیق کیا، اصل حقیقت بھی خدا اور اس کے رسول ﷺ ہی جانتے ہیں۔ تاہم ایک لطیف نکتہ ایمانی ووجدانی آپ کے ذوق آگہی کے لیے حاضر ہے۔

یاد رہے کہ تخلیق آدم فرشتوں کی نگرانی میں حکم ایزدی سے روبرو عالم نور ملائکہ کے ذریعے تکمیل پذیر ہوئی۔ جب خالق تخلیق تشکیل فرمارہا تھا تو لمحہ لمحہ فرشتے مشاہدہ تخلیق آدم ملاحظہ بھی فرمارہے تھے جب تمام اجزائے ترکیبی وجسمانی تکمیل پذیر ہوئے تو اس میں روح پھونک کر فرشتوں کو سجدہ آدمؑ کا حکم دیا۔ ابلیس کے علاوہ سب سجدہ ریز ہوگئے۔

سبحان اللہ! اے عورت دخترِ حوا! تیری تعظیمی و توقیری عظمت وفوقیت ازل سے خالقِ کائنات رب العظیم کی منشا ایزدی میں پنہاں تھی۔ میری نظر میں سب سے پہلے رب کائنات نے خود اپنی تخلیق یعنی کہ عورت کو توقیر، حیا، عصمت، عظمت اور شرف بخشا جب تخلیق حواؑ کا عین لمحہ تخلیق آیا تو خالق عظیم قادر مطلق نے توقیرِ حوا اور احترامِ عورت اور تحریم وتکریم خواتین عالم کے پیش نظر اور اجزائے ترکیبی جسمانی کے لحاظ سے تخلیق حواؑ ظاہراً سر عام فرشتوں سے بھی مخف رکھنا چاہی تو اپنی خاص قدرت کاملہ اور صانع گری کے باعث حضرت حواؑ کو حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی (Rib) سے تخلیق فرمادیا۔

خاص منشا ایزدی یہ تھی کہ کہیں بے توقیری جسمانی حواؑ کی فرشتوں کے روبرو بھی ممکن نہ ہوجائے۔ جو پہلے نبی کی پہلی زوجہ ذی وقار ہے اور پوری انسانیت کی ماں بھی۔ یاد رہے تخلیق حواؑ کو خاص توقیر اکرام بخش کر رب کائنات نے ماں کا احترام و مقام بلند و مرتفع کردیا، فوری تخلیق کے بعد آپؑ کو جنتی لباس سے ملبوس مزین فرمادیا گیا اور آدمؑ و حواؑ کو ایک دوسرے کا لباس توقیری بنادیا۔

توقیر حرمت عورت کا قرآنی امتیاز:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ ۔ (النور، ۲۴: ۳۱)

’’اور آپ مومن عورتوں سے فرما دیں کہ وہ (بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش و زیبائش کو ظاہر نہ کیا کریں۔‘‘

اسی طرح قرآن عظیم کی ایک اور سورہ بھی توقیر و اکرام عورت کے امتیازی گوشہ تحریم کی حامل ہے۔ جب روئے کائنات تیسرا مافوق الفطرت واقعہ رونما ہوا اور خالق عظیم قادر مطلق نے عورت پر مہر اکرام وتوقیر اپنے حکم قرآنی سے ثبت کردی:

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ. (آل عمران، ۳: ۴۲)

’’اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ نے تمہیں منتخب کر لیا ہے اور تمہیں پاکیزگی عطا کی ہے اور تمہیں آج سارے جہان کی عورتوں پر برگزیدہ کر دیا ہے۔‘‘

معزز خواتین حاضرات! خاص لطیف نکتہ توجہ طلب یہ ہے کہ جب خالق عظیم نے ایک خاص واقعہ مافوق الفطرت کے رونما ہونے کے بعد پاکیزگی اور احترام حضرت مریمؑ پر مہر ثبت فرمائی تو عورت کو الوہی توقیر وعظمت کی حامل ہونے کے بعد شکرانہ نعمت کے طور حضرت مریمؑ کو قرآنی حکم کے ذریعہ روئے کائنات کی معزز عورت (دختر حواؑ) کو ایک تکریمی تحریمی ضابطہ عطا کیا۔ حکم قرآنی:

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ.

’’اے مریم! تم اپنے رب کی بڑی عاجزی سے بندگی بجا لاتی رہو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کیا کرو۔‘‘ (آل عمران، ۳: ۴۳)

معزز خواتین و حضرات! قائد عظیم المرتبت مجتہد اعظم، مجدد صدی حاضر، داعی مصطفوی انقلاب، حقیقی علمبردار تحفظ ناموس وحقوق نسوانی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے قرآن عظیم کی روشنی میں حقوق خواتین کے چند امتیازی حقوق کی نشاندہی کی۔ آپ کے علمی ذوق و آگاہی اور تشنگی کے باعث حاضر خدمت ہیں۔

اسلام میں عورت کا مقام اور حقوق کا تعین:

قرآن عظیم کی روشنی میں مختصراً جائزہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے قرآنی حوالے سے عورت کے مقام کا تعین کرتے ہوئے مندرجہ ذیل سات نکات بیان فرمائے ہیں۔ ملاحظہ ہوں اور یہی نکات منہاج القرآن ویمن لیگ کے تعمیر معاشرہ میں تحریکی اہداف جدوجہد ہیں۔

اول: ظلم و استحصال کے بندھنوں سے آزادی:

اسلام کی آمد کے ساتھ ہی عورت کے لیے غلامی، ذلت اور جبر و استحصال کی ساری زنجیریں ٹوٹ گئیں۔ اسلام نے ان تمام روائتی اور ظلم استبداد پر مبنی رسومات کا قلع قمع کردیا اور عورت کو معاشرے میں وہ عزت وتکریم ملی جو مرد کو ملی۔

دوم: تکوین انسانیت میں عورت اور مرد کو ہم مرتبہ بنادیا:

جاہ و منصب اور مرتبے کے اعتبار سے اسلام نے عورت اور مرد کو قدرومنزلت اور تکوین انسانیت میں برابر رکھا۔

سوم: عورت پر سے دائمی معصیت کی لعنت کا خاتمہ:

اسلام نے عورت پر سے دائمی معصیت کی لعنت کا خاتمہ کردیا۔ جنت میں دونوں کو وسوسہ ڈالنے کا موجب اور ذمہ دار فقط شیطان قرار پایا۔ جس کے نتیجے میں آدمؑ و حواؑ دونوں جنت سے اخراج کا سبب بنے۔

چہارم: اجر و انعام میں برابر کا استحقاق:

اسلام نے مرد وعورت کو یعنی کہ آدمؑ و حواؑ کو اجر میں برابر کا مستحق قرار دیتے ہوئے دونوں کو جزا میں برابری عطا کی۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ج بَعْضُكُمْ مِّنْ م بَعْضٍ.

’’پھر ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرما لی (اور فرمایا) یقیناً میں تم میں سے کسی محنت والے کی مزدوری ضائع نہیں کرتا خواہ مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے میں سے (ہی) ہو۔‘‘ (آل عمران، ۳: ۱۹۵)

پنجم: عورت کو زندہ درگور کرنے کی رسم کا خاتمہ:

قبل از اسلام عورت کو زندہ درگور کردیا جاتا تھا اس رسم کا اسلام نے کلیتاً خاتمہ کردیا۔ یقیناً یہ عمل توقیر حوا اور احترام انسانیت کے منافی تھا جو شارح قرآن شارع اسلام نے ختم فرمایا۔

ششم: حق نفقہ کی ضمانت فراہم کی:

اسلام نے مرد کو عورت کے حق نفقہ کا ضامن بنا کر اسے روٹی کپڑا اور مکان، تعلیم اور علاج کی سہولت کے لیے حکم دیا کہ ولی الامر کی جانب سے ملے گی۔

ہفتم: عورت کی تذلیل کرنے والے زمانہ جاہلیت کے نکاح کا خاتمہ:

اسلام نے عورت کی تذلیل اور توہین والے جاہلانہ نکاح ممنوع قرار دے دیئے۔

مطابق شیخ الاسلام عورت کے انفرادی حقوق:

مختصراً اجمالی طور ذکر کر کے نشاندہی کی جاتی ہے:

۱۔ عصمت وعفت کا حق ودیعت کیا (حکم قرآنی)

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ .

’’آپ مومن مردوں سے فرما دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔‘‘ (النور، ۲۴: ۳۰)

۲۔ عزت و رازداری کا حق:

معاشرے میں عورتوں کی عزت اور عفت، عصمت کی حفاظت ان کے رازداری کے حق کی ضمانت میں مضمر ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے خواتین کو رازداری کا حق عطا فرمایا اور دیگر افراد معاشرہ کو اس حق کے احترام کا پابند کیا۔

۳۔ حق تعلیم و تربیت عطا کیا:

حضور اقدس ﷺ نے خواتین کی تعلیم و تربیت کو اتنا ہی اہم اور ضروری قرار دیا جتنا مردوں کے لیے۔ اسلام کی تعلیمات کا آغاز بھی اقرا سے کیا گیا اور عورت کی تعلیم و تربیت کو شرف انسانیت

قرار دیا۔ مرد و عورت کو یکساں مساوی تعلیم کا حق حاصل ہے۔

۴۔ حسن سلوک کا حق خاص عطا کیا:

حضور اقدس ﷺ نے عورتوں سے حسن سلوک کی باقاعدہ تعلیم دی اور زندگی کے عام معاملات میں بھی عورتوں سے عفو و درگزر اور رافت محبت پر مبنی سلوک کی تلقین فرمائی۔

۵۔ حق ملکیت و جائیداد تفویض کیا:

اسلام نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی حق ملکیت عطا کیا۔ وہ نہ صرف خود جائیداد خرید و فروخت کرسکتی ہے بلکہ وراثت میں حاصل جائیداد کی کامل مالکہ بھی بن سکتی ہے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا ط وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ. (النساء، ۴: ۳۲)

''مردوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور عورتوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا۔''

اسلام نے عورت کا حق ملکیت طلاق کی صورت میں بھی قائم رکھنے کا حکم دیا ہے۔ عورت کو اسلام نے بہت حقوق طلاق ہوجانے کے بعد بھی عطا کیے ہیں۔

۶۔ حرمت نکاح کا حق عطا ہوا:

دور جہالت میں اسلام سے قبل مشرکین عرب بلا امتیاز عورت سے نکاح جائز سمجھتے تھے۔ حتی کہ سوتیلی ماں سے بھی نکاح کر لیتے تھے۔ اسلام نے ایسے تمام نکاح حرام قرار دیئے اور باقاعدہ حرمت کا ضابطہ عطا فرمایا۔ قرآن اور سنت کی روشنی میں نکاح کے شرعی قوانین کا تعین کرکے لاگو فرمائے۔

تحریم تکریم خواتین کا نبوی ﷺ امتیاز:

یہ امر اظہر من الشمس ہے آقائے دو جہاں رسول انور ﷺ نے روئے کائنات تمام اہل ایمان کی جنت ماں کے قدموں تلے دے کر عورت کو ماں کے روپ کے حوالے سے ماں کو معظم و محترم ترین مقام عطا فرمایا اور عورت کے تین روپ بہترین خونی رشتوں کی معراج قرار دیئے۔ ماں، بیوی اور بیٹی۔ انہی رشتوں کی عائلی زندگی میں خاص اہمیت ہے اور ہماری روزمرہ کی زندگی میں بھی اہمیت ہے۔ حدیث میں ہے:

الجنة تحت اقدام الامهات.

''جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔''

عورتوں پر خصوصی رحیمی وشفقت کا ہاتھ:

اسلام سے پہلے معاشرے میں عورت ہمہ وقت تذلیل، ظلم و بربریت کے باعث جبر استحصال کی چکی میں پسی ہوئی تھی۔ حقارت بے توقیری کی کھلی علامت بن کر رہ گئی تھی۔ مال تجارت سمجھا جانے لگا اور حتی کہ بچی کو پیدا ہوتے ہی دفن کردیا جاتا۔ بعثت نبوی کے بعد حضور اقدس ﷺ نے عورت کا قرآنی مقام متعین فرمایا عورت کے حقوق و فرائض کا تعین فرمایا۔ ماں، بیوی، بیٹی تینوں حیثیتوں کو معراج بخشا۔

غزوہ موتہ میں کافر خواتین کا احترام:

غزوہ موتہ جب ہوئی تو چند کفار و خواتین بھی پکڑی گئیں اور مردوں کے ہمراہ جنگ کے ماحول میں لائی گئیں۔ حالات کی شدت دیکھتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کافر عورت پر قطعی ہاتھ نہ اٹھایا جائے اس کی عزت تحریم و تکریم مسلمان عورت کی موافق رکھی جائے۔

خطبہ حجۃ الوداع میں خواتین کی اہمیت:

حضور اکرم ﷺ نے انسانیت کے امن و تحفظ و سلامتی کے جس منشور ہدایت ایزدی کے تحت اعلان فرمایا اسے خطبہ حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ یعنی کہ بنی نوع انسان کے لیے ایسا جامع اور ہمہ گیر دستور دیا اس خطبہ حجۃ الوداع میں آقائے دو جہاں ﷺ نے انسانی حقوق کا مکمل ضابطہ حیات مقرر فرمادیا۔

مطابق شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری بحوالہ کتاب اسلام میں انسانی حقوق صفحہ 581 خطبہ حجۃ الوداع کے عنوان میں پندرہ نکات کی حقوق کے حوالے سے اہمیت اجاگر کرتے ہوئے خصوصی نقطہ نمبر۱۲ فقط تحفظ حقوق خواتین پر ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع میں تحفظ خواتین کے لیے حکم:

مندرجہ ذیل دو گوشے خصوصی قابل ذکر ہیں جن کا حکم آقائے دوجہاںﷺ نے دیا۔

۱۔ لوگو! آگاہ رہو تمہاری عورتوں پر تمہارا ایک حق ہے اور تم پر بھی ان عورتوں کا ایک حق ہے۔

۲۔ لوگو! تمہاری بیویاں تمہارے ہاتھ میں خدا تعالیٰ کی امانت ہیں، میرا حکم ہے کہ تم پر ان کے لیے نیک سلوک واجب ہے۔

حضور اکرمؐ بحیثیت سربراہ خاندان معلم حقوق زوجین ٹھہرائے گئے:

بحیثیت سربراہ خاندان نبی اکرمﷺ اپنے عمل سے بیویوں کے حقوق کی ادائیگی کی باقاعدہ تعلیم فرمائی اور معلم انسانیت کے ساتھ ساتھ معلم حقوق نسواں اور معلم حقوق زوجین بھی ٹھہرائے گئے۔ حضورﷺ کے اسوہ حسنہ کی روشن دلیل کہ عورت کو بطور بیوی عزت و احترام پر مبنی معاشرتی و سماجی مرتبہ عطا کیا اور عورت کو منجملہ معاشی حقوق کے تحفظ سے بھی نوازا۔

روشن دنیا میں مغربی عورت کی معاشی اور اقتصادی حالتِ زار:

مسلم خواتین کے لیے خاص توجہ طلب تجزیہ پیش خدمت ہے۔ دنیا کی آدھی آبادی عورتوں پر مشتمل ہے۔ عورت دنیا کے دو تہائی کام کے گھنٹوں میں کام کرتی ہے مگر اس کو دنیا کی آمدنی کا دسواں حصہ ملتا ہے اور وہ دنیا میں املاک کی دسویں حصہ سے بھی کم کی مالک ہے۔

عورت کے بحیثیت ماں، بیوی، بیٹی خاص ذوق آگہی کے پیش نظر لفظ عورت کی حروفی تفسیر ملاحظہ ہو۔

لفظ عورت کا حرف (ع) معنوی مرادی اعتبار سے غماز ہے لفظ عفت کا جس کا مفہوم ہے عصمت، پارسائی، پاک بازی۔

لفظ عورت کا (و) مرادی و معنوی اعتبار سے غماز ہے لفظ وفا جس کا لغوی مفہوم ہے دل و جان سے فریفتہ، خیر خواہ، جانثار

لفظ عورت کا حرف (ر) معنوی مرادی اعتبار سے غماز ہے لفظ رحمت کا جس کا لغوی مفہوم ہے کرم ،عطوفت، مہربانی، خدا کی عنایت، عطائے خداوندی۔

لفظ عورت کا حرف (ت) معنوی و مرادی اعتبار سے اس کا غماز لفظ ہے تکریم جس کا لغوی مفہوم ہے احترام، توقیر۔

اجتماعی حروفی تفسیر لفظ عورت:

اجتماعی حروفی تفسیر یہ ٹھہری کہ عورت عفت مآبی اور پارسائی کی علامت، وفا کی دیوی، رحمتِ خداوندی، عطوفت، مہربانی اور احترام تکریم انسانیت کا آسمانی خوبصورت حوالہ ہے جس کے بغیر یہ کائنات رنگ و بو بے نور ہے۔

امہات المومنین کی سوانح حیات کی روشنی میں ازواج مطاہرات کا نبوی امتیاز:

امہات المومنین کی عائلی اور مثالی زندگی مومن عورتوں کے لیے خاص مشعل راہ اور نمونہ ابدی حیات ہے۔ امہات المومنین کے لیے قرآن مخاطب ہوا:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ.

”یہ نبیِ (مکرّمﷺ) مومنوں کے ساتھ اُن کی جانوں سے زیادہ قریب اور حقدار ہیں اور آپ کی ازواجِ (مطہّرات) اُن کی مائیں ہیں۔“ (الاحزاب،۳۳: ۶)

اسی طرح ایک اور مقام پر قرآن مخاطب ہوا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ. (الاحزاب،۳۳: ۵۹)

”اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیں کہ (باہر نکلتے وقت) اپنی چادریں اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں۔“

یاد رکھیں نبی اقدسﷺ کی عائلی زندگی بطور سربراہ خاندان نہ صرف امہات المومنین کے لیے نمونہ حیات نبویؐ کا نچوڑ اور جوہر نایاب ہے۔ قرآن نے دونوں آیات مقدسہ میں دو ضابطے مضمر کر دیئے ہیں۔

۱۔ ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں۔

۲۔ پھر قرآن عظیم نے امہات المومنین اور صاحبزادیاں رسول محتشم ﷺ کے ساتھ مسلمان عورتوں کو بھی ضروری ستر کے لیے اپنے اوپر چادریں اوڑھنے کا حکم صادر کر کے تقدس عورت اور حرمت حوا کا دائمی ضابطہ اخلاق دے دیا جبکہ میری نظر میں عام خواتین کی عزت نفس کا خیال رکھتے ہوئے ایسا حکم صادر ہوا کیونکہ حیا پردہ دائمی طور امہات المومنین کی پہچان تھا اور رسول کی بیٹیوں کا الوہی تقدس تھا جن کے لیے محشر میں اور جنتیوں کو بھی پردہ کرنے کا حکم ہوگا کہ نبی کی صاحبزادہ فاطمۃ الزہراؓ تشریف لا رہی ہیں جنتی مرد پردہ کرلیں۔

امہات المومنین کی عائلی تربیت گاہ پوری عالم نسوانیت کی عائلی تعلیم تربیت کا مرکز تھا اور پوری امت کی خواتین کی عزت نفس، عدل و انصاف کی فراہمی، تحفظ حقوق عائلی قوانین مکتب رسالت مآب کا عالی مرتبت نصاب تطہیر ازواج مطہرات اور مسلم خواتین کی عملی و عائلی زندگی کی ضمانت ہے۔ دیگر جو امور تحفظ خواتین اس عائلی مکتب میں مرتب ہوئے درج ذیل ہیں:

۱۔ اختلاف میں مصالحت کروانا

۲۔ نفقہ سکنی (گزر بسر کے لیے نان نفقہ کا انتظام کرنا)

۳۔ عورت کے حق مہر کی ادائیگی

۴۔ ایک سے زائد بیویوں میں عدل قائم رکھنا

۵۔ باعصمت عورتوں کی عزت کی حفاظت کرنا اور ان پر تہمت کے گناہ سے بچنا

خصوصی تنبیہ فرماتے ہوئے قرآن مخاطب ہوا:

إِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ص وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ.

’’بے شک جو لوگ ان پارسا مومن عورتوں پر جو (برائی کے تصور سے بھی) بے خبر اور ناآشنا ہیں (ایسی) تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت (دونوں جہانوں) میں ملعون ہیں اور ان کے لیے زبردست عذاب ہے۔‘‘ (النور، ۲۴: ۲۳)

امید واثق ہے کہ میں قرآن وسنت کی روشنی میں کس حد تک حوا کی بیٹی کا تقدس اور عورت کا قرآنی اور نبوی امتیاز سمجھانے میں کامیاب ہوا ہوں گا جس کا درحقیقت مقصد خواتین کو اس کی کھوئی ہوئی نشاۃ ثانیہ سے روشناس کروانا ہے اور اس تحریری جدوجہد کا اصل مقصد منہاج القرآن ویمن لیگ کے عملی و تحریکی اہداف کا تعین اور دائرہ کار بتانا مقصود ہے جس کی بدولت شیخ الاسلام کی روحانی بیٹیاں شرق تا غرب جان فشانی سے دیگر لاکھوں فرزندان منہاج کے ہمراہ شانہ بشانہ تحریکی اہداف پوری کامیابی سے پورے کررہی ہیں۔

معزز خواتین و حضرات! منہاج القرآن ویمن لیگ کے اہدافی امتیازات اور اس کے دائرہ کار کا تعین گزشتہ طویل نگارش میں چار جہتوں سے کرنے کی کوشش کرچکا ہوں جو درج ذیل ہے اور یہی ویمن لیگ کا قرآنی اور شرعی نصاب معرفت بھی ہے۔ یعنی کہ

۱۔ توقیر حوا کا الوہی امتیاز

۲۔ توقیر حرمت عورت کا قرآنی امتیاز

۳۔ توقیر اکرام عورت کا نبویؐ امتیاز

۴۔ امہات المومنین کی سوانح حیات کی روشنی میں ازواج مطہرات کا نبوی امتیاز

اور یہی امتیازات منہاج القرآن ویمن لیگ کی تحریکی تعمیری گزشتہ گزری جدوجہد اور آئندہ کی حکمت عملی کے ساتھ کی جانے والی جدوجہد کا مطلوبہ منطقی نکتہ عروج ہے۔

منہاج القرآن ویمن لیگ کے تحریکی اہداف کا دائرہ کار اور ترجیحات:

منہاج القرآن ویمن لیگ کی نظامتیں اور شعبہ جات:

منہاج القرآن ویمن لیگ کے تحت مندرجہ ذیل چار نظامتیں اپنے تحریکی نظریاتی اہداف پورے کرنے میں کوشاں ہیں:

۱۔ نظامت دعوت ۲۔ نظامت تربیت

۳۔ نظامت تنظیمات ۴۔ مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ (طالبات)

۱۔ نظامت دعوت:

خواتین کو قرآن و سنت کی بنیادی تعلیمات اور

اہمیت سے روشناس کروانے کے لیے اور تحریک کے فکری ونظریاتی بیداری شعور کے پیغام کو خاص و عام خواتین تک پہنچانے کے لیے نظامت دعوت ہمہ وقت کوشاں ہے۔

۲۔ نظامت تربیت:

بامقصد زندگی گزارنے کے لیے عملی تربیت اور تعمیر شخصیت کے ذریعے موثر و مثالی کردار کی حامل خواتین کی تیاری کے لیے نظامت تربیت موثر اقدامات اٹھائے ہوئے ہے اور کامیابیوں کی طرف گامزن ہے۔ شب روز اپنے اہداف کی طرف بڑھ رہی ہے جو وقتاً فوقتاً مرکزی سیکرٹریٹ تحریک منہاج القرآن کے اعلیٰ سطحی اجلاسوں میں ویمن لیگ کی مشاورت سے مرتب کیے جاتے ہیں اور باقاعدہ اجازت اور سرپرستی فرمائی جاتی ہے۔

۳۔ نظامت تنظیمات:

انتہائی حساس اور اہم نظامت ہے جس کا دائرہ کار انتہائی وسیع و عریض ہے۔ اس میں نئی تنظیمات کا قیام اور موجودہ تنظیمات کا استحکام خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس کا پورا نیٹ ورک پورے ملک میں حرکت پذیر اور اپنے مکمل اہداف کی طرف بڑھ رہا ہے۔

۴۔ مصطفوی سٹوڈنٹ موومنٹ (طالبات):

مصطفوی سٹوڈنٹس کے شانہ بشانہ گرلز کالجز میں اور یونیورسٹیوں میں شیخ الاسلام کے مرتب کردہ پرامن پاکیزہ جدوجہد کے قواعد وضوابط کے ساتھ ایک طویل عرصہ سے تحریکی علمی وعملی طور پر کام کررہی ہے۔

منہاج القرآن ویمن لیگ کے عملی اہدافی امتیازات:

مندرجہ ذیل نظریاتی اور عملی اہداف تحریک ہیں جو منہاج القرآن ویمن لیگ لاکھوں مردوں کے شانہ بشانہ تجدید و احیائے دین کی عظیم تحریک منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے قائد عظیم المرتبت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی علمی وعملی نظریاتی جدوجہد کے جھنڈے تلے سرانجام دے رہی ہے اور ہمہ وقت کامیابیاں سمیٹ رہی ہے۔

مخصوص علمی ونظریاتی اہداف درج ذیل ہیں:

جس کی تشہیر وقتاً فوقتاً ویمن لیگ کے لٹریچر اور دیگر ذرائع سے ہوتی رہتی ہے۔ تاہم خلاصۃً یاد دہانی کے طور پر پیش خدمت ہیں:

ہدف اول: اللہ تعالیٰ سے تعلق بندگی میں مضبوطی اور استحکام کی دعوت

ہدف دوم: حضور اکرم ﷺ کی ذات و سیرت سے تعلق کی پختگی کی دعوت

ہدف سوم: رجوع الی القرآن کی دعوت اور قرآن سے تعلق مضبوط کرنا

ہدف چہارم: مسلم خواتین کو ایک پلیٹ فارم پر منظّم کرنا اور غیر مسلم خواتین کو اسلام کی دعوت دینا

ہدف پنجم: قوم کی بیداری شعور کے لیے باشعور قوم کی پرورش کے لیے اچھی ماؤں کی تلاش کرنا اور تربیت دینا

ہدف ششم: امت مسلمہ کے زوال کے اسباب سے آگاہی دے کر خواتین میں امت مسلمہ کی سربلندی کے لیے جدوجہد کا نیا ولولہ اور جذبہ پیدا کرنا

ہدف ہفتم: خواتین میں اپنے حقوق کا تحفظ اور فرائض کی ادائیگی کا احساس پیدا کرنا

ہدف ہشتم: خواتین میں تعلیم کے حصول اور فروغ کے لیے جدوجہد کرنا

ہدف نہم: خواتین کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لیے مواقع فراہم کرنا

ہدف دہم: خواتین کی فلاح و بہبود کے کام کرنا

ہدف گیارہ: خواتین میں اخلاقی اقدار کی ترویج کرنا

ہدف بارہ: ملک کے ظالمانہ اور کرپٹ نظام کی تبدیلی کے لیے قوم میں بیداری شعور کا فریضہ سرانجام دینا

معزز خواتین و حضرات! منہاج القرآن ویمن لیگ کے یہی اہداف میری ان نگارشات کا قرآنی و نبویؐ طریق اور ماحصل ہیں۔

☆☆☆☆☆

رسول کریم ﷺ کی ولادت اور محافل میلاد کی برکات

آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر خانہ کعبہ نور سے منور ہو گیا

ائمہ، محدثین نے شبِ ولادتِ رسول ﷺ کو افضل ترین رات قرار دیا

مولدالنبی ﷺ منانا آپ ﷺ کی تعظیم کا حصہ ہے

تحریم رفعت

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرنا اور شکر بجالانا فلاح ونجات اور خیر و برکت کا باعث اور تحدیث نعمت ہے۔ رسالت مآب ﷺ وجہ تخلیق کائنات ہیں اور آپ ﷺ کی آمد جمیع انسانیت کیلئے عظیم نعمت ایزدی کی حیثیت رکھتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے علاوہ بھی بعض انبیاء کرام کی ولادت کا تذکرہ کیا ہے جس سے انبیاء عظام کی عظمت اور شان نبوت کا واضح اشارہ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رسول اکرم ﷺ کی ولادت مبارکہ کا تذکرہ جمیل تمام مخلوقات کیلئے رحمت اور اپنا احسان عظیم کہہ کر کیا ہے۔ سنت خیرالانام، اقوال اہل بیت و فرمودات صحابہ سمیت جمیع محدثین کی روایتوں سے بھی مولدالنبی ﷺ اور آپ کے معجزات و کمالات کا حسین ذکر ثابت ہیں۔

ولادت مصطفیٰ ﷺ کی برکات کا ظہور آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ علیہا السلام پر تب سے شروع ہو چکا تھا جب آپ رحم مادر میں تھے۔ امام محمد بن اسحاق اور ابو زکریا یحیٰی بن عائذ کی روایات ہیں کہ سیدہ آمنہ علیہا السلام کو کبھی بھی ویسے رغبت اور عوارض کا سامنا نہیں ہوا جو عام طور پر حاملہ خواتین کو ہوتا ہے۔ صاحب خصائص الکبریٰ ولادت رسول اکرم ﷺ کا تذکرہ جمیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس سال نور محمدی ﷺ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ودیعت ہوا وہ فتح و نصرت تر و تازگی اور خوشحالی کا سال کہلایا۔ اس سے پہلے اہل قریش بدحالی، عسرت و قحط سالی میں مبتلا تھے ولادت کی برکت سے اس سال اللہ تعالیٰ نے بے آب و گیاہ زمین کو شادابی اور ہریالی عطا فرمائی اور (سوکھے) درختوں کی شاخوں کو ہرا بھرا کر کے انہیں پھلوں سے بھر دیا۔ اہل قریش اس طرح ہر طرف سے کثیر خیر آنے سے خوشحال ہو گئے۔

معجزہ ولادت مصطفیٰ ﷺ کی برکات کے حسین ذکر

سیرت ابن ہشام اور طبقات ابن سعد میں حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے بے شک مجھ سے ایسا نور نکلا جس کی ضیاء پاشیوں سے سر زمین شام میں بصریٰ کے محلات میری نظروں کے سامنے روشن اور واضح ہو گئے۔ ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ اس نور سے شام کے محلات اور وہاں کے بازار اس قدر واضح نظر آنے لگے کہ میں نے بصریٰ میں چلنے والے اونٹوں کی گردنوں کو بھی دیکھ لیا۔ امام زرقانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن ابی العاص کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ ؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی میں خانہ کعبہ کے پاس تھی میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ نور سے منور ہو گیا ہے اور ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ کہیں وہ مجھ پر نہ گر پڑیں۔

ولادت طیبہ سے قبل عرب معاشرہ ظلمت و تاریکی

اور برائیوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ کعبۃ اللہ کو کھلم کھلا بت پرستی کا گڑھ بنایا ہوا تھا۔لڑکی کی ولادت کو نحوست قرار دیا جاتا تھا اور زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ آپ کی آمد برکات سے جہاں دنیا روشن و منور ہوئی وہیں ظلم و بربریت کے صنم کدے ہمیشہ کیلئے منہدم ہو گئے۔ کفر روانہ ہو چکا اور سلسلہ جود و کرم کا عظیم الشان آغاز جمیع انسانیت کیلئے مژدہ جانفزا بن کر مطلع دنیا پر طلوع ہوا۔ کائنات رنگ و بو میں آمد رسول اکرم ﷺ کے وقت سے ہی پرمسرت اور خوشگوار واقعات رونما ہونا شروع ہو گئے تھے، چنانچہ انسانیت کو ظلمت و تاریکی سے نجات اور ظالم و جابر طاغوتی قوتوں کو ہمیشہ کیلئے دفن کر دینے والا مسیحا مل گیا تھا۔ خطہ عرب جو شدید قحط سالی اور تنگدستی کا شکار تھا ولادت رسول اللہ ﷺ کی برکات سے باران رحمت کے نزول نے اس خطہ کو سرسبز و شاداب اور تر و تازہ کر دیا۔ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ قاسم نعمت کی حیثیت رکھتی ہے جس کا مقابلہ دنیا کی دیگر کوئی نعمت نہیں کر سکتی۔

ولادت مصطفیٰ ﷺ کی برکات کا تذکرہ کرتے ہوئے صحیح بخاری کی حدیث ہے جسے امام جلال الدین سیوطی نے بھی نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کے چچا ابولہب کو جب آپ کی لونڈی ثویبہ نے آپ کی ولادت کی خبر سنائی تو ابولہب نے اپنے بھتیجے کی پیدائش کی خوشی میں اسے آزاد کر دیا، ابولہب کی وفات کے بعد حضرت عباسؓ نے جب ابولہب کو خواب میں دیکھ کر حال دریافت کیا تو ابولہب کہتا ہے تم سے جدائی کے بعد میں نے کوئی بھلائی نہیں دیکھی سوائے اس کے کہ مجھے ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے مشروب پلایا جاتا ہے۔ اس واقعہ کی تاویل میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں بیان کرتے ہیں کہ وہ ابولہب جس کیلئے قرآن مجید میں وعید نازل ہوئی اسکے ہمیشہ کفر پر رہنے کے باجود ولادت مبارکہ کی خوشی میں لونڈی آزاد کرنے کا اجر اور جزا ملتی ہے تو رسول اکرم ﷺ کے امتی کا ولادت مصطفیٰ ﷺ پر خوشی منانا اور مال خرچ کرنے کا اجر کیا ہوگا؟

امام جلال الدین سیوطیؒ بیان کرتے ہیں کہ مولدالنبی ﷺ کی خوشی منانا بھی آپ ﷺ کی تعظیم کا حصہ ہے اور رسول اکرم ﷺ یقیناً اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی اور نعمت عظمیٰ ہیں لہٰذا آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر افضل ترین عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔ رسالت مآب ﷺ کی ذات مبارکہ پر نذرانہ دورود و سلام بھیجنے کی برکات میں سے ہے کہ انسان دینی و دنیاوی اور الغرض اخروی برکات بھی حاصل کرتا ہے اور اس اندازِ تشکر کے مستقل عمل کی برکت سے بارگاہ نبوی ﷺ کا قرب خاص بھی نصیب ہوتا ہے جس پر دلیل رسول اکرم ﷺ کے فرمان عالی شان کا مفہوم ہے کہ بروز قیامت تم میں سے میرے سب سے زیادہ قریب مجھ پر کثرت اور خلوص نیت سے دورد و سلام پڑھنے والا ہوگا۔

امام قسطلانی، امام نبہانی، امام طحاوی اور امام زرقانی سمیت مختلف آئمہ و مفسرین نے شب قدر اور شب نصف شعبان سمیت فضیلت والی راتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے شب ولادت رسول اللہ ﷺ کو سب سے افضل ترین رات قرار دیا ہے، کیونکہ اس رات وجہ تخلیق کائنات، صاحب قرآن مجید، امام الانبیا و خاتم المرسلین ﷺ دنیا میں مبعوث ہوئے۔ ان آئمہ کا مقصد ان مقدس اور بابرکت راتوں کی فضیلت کا انکار نہیں شب ولادت رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور تقدس بیان کرنا ہے۔ بعینیہ قرآن مجید کی قدر و منزلت کا اعتراف کرنے سے پہلے صاحب قرآن کی قدر و منزلت کو صدق دل سے تسلیم کرنا ناگزیر ہے۔ لیلۃ القدر جسے قرآن مجید میں ہزار مہینوں سے افضل قرار دیا گیا وہ بھی آپ کو عطا کی گئی۔ اگر آپ کی ذات گرامی نہ ہوتی تو نہ تو قرآن ہوتا اور نہ ہی دیگر فضیلت والی راتیں بلکہ اس کائنات ہست و بود کا وجود بھی نہ ہوتا۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے شب قدر کی فضیلت کی بھی ایک حد مقرر فرمائی ہے جبکہ شب میلاد النبی ﷺ کی فضیلت اور عظمت و شرف زمان و مکان کے اعتبار سے لامحدود ہے۔

ولادت مبارکہ کی برکات کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوہ میں لکھتے ہیں کہ احادیث میں آیا ہے کہ شبِ میلاد مبارک کو عالم ملکوت (فرشتوں کی

دنیا) میں ندا کی گئی کہ سارے جہاں کو انوارِ قدس سے منور کر دو۔ زمین و آسمان کے تمام فرشتے خوشی و مسرت میں جھوم اٹھے اور داروغہ جنت کو حکم ہوا کہ فردوس اعلیٰ کو کھول دے اور سارے جہان کو خوشبوؤں سے معطر کر دے۔ جبکہ طبقات ابن سعد میں درج ہے کہ جب سرور کائناتﷺ کا ظہور ہوا تو ساتھ ہی ایسا نور نکلا جس سے مشرق تا مغرب سب آفاق روشن ہو گئے۔ ایک دفعہ آقائے دوجہاں سرور کون مکانﷺ کے گرد صحابہ کرام اس طرح جھرمٹ بنائے ہوئے بیٹھے تھے جیسے چاند کے گرد نور کا ہالہ ہوتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہﷺ اپنی ولادت کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایئے تو آپﷺ نے فرمایا میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔

شیخ عبدُالعزیز دَبّاغ اکثر اپنے مریدین کو ولادت رسول کریمﷺ کی مبارک گھڑی کے متعلق دعا اور قیام اللیل کی تلقین کرتے تھے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ یہ دعا کی قبولت کا وقت ہے اور یہ وصف قیامت تک رہے گا۔ اس گھڑی میں رُوئے زمین کے غوث وقُطب اور دیگر اولیاء کِرام غارِ حِرا کے پاس جمع ہوتے ہیں۔ جس کی دُعا اُن (اولیائے کِرام) کی دُعا کے موافِق ہو جائے اللہ پاک اُس کی دعا کو قبول فرماتا اور اس کی ضَرورت پوری کرتا ہے۔

وہ مکان بڑی برکتوں کا خَزِینہ ہے کہ جہاں آپﷺ دنیا میں جلوہ گر ہوئے، اسی لئے عُلَما ومُحَدِّثین یہاں حاضری دیتے اور بَرَکات پاتے ہیں۔ حضرت علّامہ ابوالحُسین محمد بن احمد جُبیر اُندَلُسیؒ اس مکانِ اَقدس کا ذِکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ مقدّس جگہ جہاں ایک ایسی سعادت والی بابرکت گھڑی میں نبی پاکﷺ کی ولادت ہوئی جنہیں اللہ کریم نے تمام جہانوں کے لئے رَحْمت بنا دیا، اس بابرکت جگہ پر چاندی چڑھائی گئی (یہ جگہ یوں لگتی ہے) جیسے پانی کا چھوٹا سا حَوض ہو جس کی سَطْح چاندی کی ہو۔ یہ مبارک مکان ربیعُ الاوّل میں پیر کے دن کھولا جاتا ہے کیونکہ ربیعُ الاوّل حُضورِ اکرمﷺ کی وِلادت کا مہینہ اور پیر ولادت کا دن ہے، لوگ اس مکان میں برکتیں لینے کے لئے داخل ہوتے ہیں۔ مکّہ مکرّمہ میں یہ دن ہمیشہ سے یومِ مَشْہود ہے، یعنی اس دن لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اس مبارک مکان سے بہت سے لوگوں نے برکت پائی، عاشقانِ رسول یہاں حاضر ہوتے، اس کا ادب و احترام کرتے، ذِکر و اَذکار کرتے، محفلِ میلاد شریف منعقد کرتے، نبی پاکﷺ کے فضائل و کمالات بیان کرتے، خُوب صلوٰۃ و سلام پڑھتے اور اللہ کریم کی رحمتوں کا مشاہدہ بھی کرتے تھے۔

حضرت امام عبدُالرّحیم بن حسین عِراقیؒ سے منقول ہے کہ خلیفہ ہارونُ الرّشید کی والدہ خَیزُرَان نے ولادتِ مصطفیٰﷺ والا مکان خرید کر مسجد بنائی، اس سے پہلے جو لوگ اس میں رہتے تھے اُن کا بیان ہے کہ اللہ پاک کی قسم اس گھر میں ہمیں نہ کوئی مصیبت آئی نہ کسی چیز کی حاجت ہوئی، جب ہم یہاں سے چلے گئے تو ہم پر زمانہ تنگ ہوگیا۔

شارحِ بُخاری امام احمد بن محمد قَسْطَلانی المواہب اللدنیہ میں بیان کرتے ہیں کہ ولادتِ باسعادت کے دِنوں میں محفلِ میلاد کرنے کے فوائد میں سے تجرِبہ شدہ فائدہ ہے کہ اس سال امن و امان رہتا ہے۔ اللہ پاک اُس شخص پر رَحمت نازِل فرمائے جس نے ماہِ وِلادَت کی راتوں کو عید بنا لیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضور نبی اکرمﷺ کو جمیع انسانیت کیلئے نعمت، رحمت، سرچشمہ ہدایت و نور اور اسوہ حسنہ بنا کر کائنات ہست و بود میں مبعوث فرمایا گیا۔ متعدد آیات مبارکہ، احادیث نبویہ اور اقوال و افعال سلف صالحین سے یہ بات صراحتاً ثابت ہے کہ کسی اللہ تعالیٰ کی نعمت، فضل و کرم اور احسان پر شکر بجا لاتے ہوئے صدقہ و خیرات کرنا اور امورِ خیر کرنے سے نہ صرف اجر و ثواب ملتا ہے بلکہ اَن گنت برکات کا حصول بھی ہوتا ہے تو رسول کریمﷺ کی آمد کی خوشی میں ایسے اعمال بجا لانا سب سے بہترین وظیفہ ہے۔

☆☆☆☆☆

عصرِ حاضر میں معلم کا کردار

اسلام نے معلم کے پیشے کو پیغمبرانہ صفات کا حامل قرار دیا

قومی و ملی اہداف تعلیم کے ذریعے ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتے ہیں

ایک کامیاب استاد نوجوان نسل کی سوچ میں انقلابی تبدیلی لاتا ہے

سمعیہ اسلام

تعلیم (Education) اپنے وسیع تر معنوں میں وہ چیز ہے جس کے ذریعے لوگوں کے کسی گروہ کی عادات اور اہداف ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتے ہیں۔ اپنے تکنیکی معنوں میں اس سے مراد وہ رسمی طریقہ کار ہے جس کے ذریعے ایک معاشرہ اپنا مجموعی علم، ہنر، روایات اور اقدار ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل کرتا ہے اس کے لیے استاد کی ضرورت پڑتی ہے جو طالب علم کی مدد و معاونت و رہنمائی کرتا ہے اور مدارس، اسکولز، کالجز، یونیورسٹیز اوردرس گاہیں استاد کے بغیر بالکل ایسے ہی ہیں جیسے کہ ماں کے بغیر گھر ہوتا ہے۔ایک استاد سیکھنے کے عمل میں انتہائی موثر و مستند راہبر ثابت ہوتا ہے،استاد معمار قوم ہوتا ہے،وہ قوم کے بچوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرتا ہے اور انہیں تراش خراش کر قیمتی ہیرا بناتا ہے۔ تعلیم کے بغیر مسلمانوں کو عروج کسی طور پر حاصل نہیں ہوسکتا۔ جدید تقاضوں سے ہم آہنگ معیاری تعلیم کا فروغ وقت کا اہم تقاضا ہے۔ تعلیم ہی معاشرتی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے وسائل مہیا کرتی ہے۔ اکیسویں صدی کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے معلّم کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

استاد کے بغیر درس و تدریس ناقص ہے۔ دورِ حاضر ٹیکنالوجی سے بھرپور دور ہے لیکن ٹیکنالوجی اور انٹرنیٹ وغیرہ استاذ کا نعم البدل نہیں ہو سکتے ہیں اگرچہ انٹرنیٹ کی مدد سے ہر طرح کی معلومات تو ایک کلک پر میسر ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ یہ معلومات صحیح اور درست بھی ہوں یہ ہمیں معلومات تو دے سکتا ہے مگر صحیح اور غلط کی تمیز نہیں سکھا سکتا، جو استاذ ہمیں سکھاتا ہے۔ انٹرنیٹ انسان کو ذہین تو بنا سکتا ہے مگر اس کی تربیت نہیں کرسکتا ہے گویا کہ ٹیکنالوجی کی مدد سے انٹرنیٹ کتنی ہی جدت اختیار کیوں نہ کر لے مگر استاذ کا مقابلہ نہیں کرسکتا ہے کیونکہ استاذ اپنے تجربات اور مشاہدات سے سکھاتا ہے جبکہ انٹرنیٹ کے پاس ایسا کوئی نظام نہیں ہے جہاں وہ اچھائی اور برائی کے درمیان فرق کرنا سکھا سکے اور استاذ ہاتھ پکڑ کر چلنا سکھاتا ہے جبکہ انٹرنیٹ صرف سکرین دکھا سکتا ہے اس لئے ہر دور میں استاد بہت ہی اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور اس کی ضرورت پڑتی ہے شاید ہی ماں باپ کے علاوہ کوئی ذات انسان کی ذات پر اتنا اثر رکھتی ہے جتنا استاذ رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ انسان ہمیشہ اپنے استاذ کی طرح بننے کی کوشش کرتا ہے۔ استاذ کا کردار ہمیشہ سے انسان کی زندگی کا اہم جزو ہوتا ہے اور یہ اس کی ذات سے جھلکتا بھی ہے کیونکہ استاذ ہمیں صرف پڑھاتے ہی نہیں ہیں بلکہ وہ ہماری ذات کی تشکیل بھی کرتے ہیں اسی لیے تو استاذ کا مقام بہت بلند ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ہر ترقی یافتہ ملک اور مہذب قوم میں استاذ سے زیادہ کسی شخص کا پروٹوکول نہیں ہوتا ہے اور جہاں استاذ کا پروٹوکول نہیں ہوتا ہے اور اس کی اہمیت و افادیت سے انکار کر دیا جاتا ہے وہاں پستی ہی پستی ہوتی ہے اور کوئی اپنی مرضی سے استاذ نہیں

بننا چاہتا ہے جس کے پاس کوئی راستہ نہیں بچتا ہے وہ اس شعبہ کا مجبورا انتخاب کرتا ہے !پھراس کے نتیجے میں ایک مفلوج قوم پیدا ہوتی ہے جبکہ استاذ ہی وہ ذات ہے جو پوری قوم کو بناتا ہے اور اسے تشکیل دیتا ہے اس لیے استاذ کے وقار اور احترام کو معاشی اور معاشرتی ہر لحاظ سے بلند کرنا بہت ہی ضروری ہے۔ اسی لیے کسی شاعر نے یوں کہا ہے:

دیکھا نہ کوہِ کن کوئی فرہاد کے بغیر
آتا نہیں ہے فن کوئی استاد کے بغیر

استاذ کسی بھی قوم یا معاشرے کا معمار ہوتا ہے وہ قوم کو تہذیب وتمدن،اخلاقیات اور معاشرتی اتار چڑھاؤ سے واقف کرواتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ استاذ کا مقام کسی بھی معاشرے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ کسی بھی قوم کا مستقبل اس قوم کے استاذ کے ہاتھ میں ہوتا ہے، استاذ ہی قوم کو تربیت دیتا ہے، وہی اسے بتاتا ہے کہ اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے؟ گویا کسی بھی قوم کو کوئی حکومت تربیت نہیں دیتی بلکہ ایک استاذ تربیت دیتا ہے۔

اسی لیے استاذ معاشرے میں اس عظیم شخصیت کو کہا جاتا ہے ،جو معاشروں کی بنیادوں، قوموں کی جڑوں، ملکوں اور ریاستوں کی سرحدوں اور نظامِ عالم کی بقاء میں بنیادی اور مرکزی کردار ادا کرتا ہے اور انہیں گھن لگنے سے بچاتا ہے۔ ایک استاذ محض ایک شخص یا ذات کا نام نہیں ہوتا ہے بلکہ پورا ایک جہان ہوتا ہے جس سے لاکھوں کروڑوں لوگ متعلق ہوتے ہیں۔استاذ کی محنت، لگن، شوق، امانت، دیانت، راست بازی، نیک نیتی کا اثر صرف اس کی ذات تک ہی محدود نہیں ہوتا ہے بلکہ ان صفاتِ حسنہ کا دائرہ کار کروڑوں لوگوں تک وسیع ہوتا ہے۔

استاد معاشرے کا وہ معزز رکن ہے جو اپنی علمیت ، قابلیت ، صلاحیت اور محنت کی بدولت معاشرے کو بام عروج تک پہنچاتا ہے ۔ اسلام نے معلّم کے پیشے کو پیغمبرانہ صفات کا حامل قرار دیا ہے۔ استاد شعور ذات کے سفر میں رہنمائی مہیا کرنے والا اور علم، دانش کا رکھوالا ہے۔ مختصر یہ کہ نظام تعلیم کا نیوکلیئس استاد ہی ہے۔ شیخ مکتب یقیناً اس قابل ہے کہ ملّت کی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچا سکتا ہے ۔ استاد علمی دنیا کا وہ معمار ہے جس کی تعمیر کی خوبصورتی دنیا میں وقار، متانت ، کے کوہِ گراں تعمیر کرتی ہے۔

آج علوم وفنون،تہذیب وتمدن کی جو اتنی بڑی عمارتیں کھڑی ہیں ان کے پیچھے اسی شفیق ومحترم ہستی کا ہاتھ ہے جسے استاذ کہتے ہیں۔دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ جن کی گردن ہمہ وقت اکڑی رہتی تھی، اپنے اساتذہ کے سامنے ہمیشہ سر جھکا دیا کرتے تھے۔سکندرِ اعظم یونانی جس نے آدھی سے زیادہ دنیا اپنی تلوار کی دھار پر فتح کی، ارسطو جیسے معلم اول کا شاگرد تھا۔چاہے مجلسِ یونان ہو، یا ایوانِ قیصروکسریٰ،یا خلافتِ بنوعباس ہو یا محمود غزنوی کا دربار، یا اندلس کا الحمراء ہو یا ہندوستان کا شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر ہو تاریخ شاہد ہے کہ استاد کی عظمت سے اسقدر بلند پایہ اولوالعزم لوگ بھی واقف تھے۔

آج اگر اہلِ مغرب ہم سے اس قدر آگے نکل گئے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ استاذ کا اصل مقام جانتے ہیں اور تعلیم کی اہمیت و افادیت سے واقف ہو چکے ہیں اور اس کو عملی جامہ پہنا چکے ہیں ۔ جب ہمارے یہاں بھی ان سے زیادہ استاذ کا ادب و احترام کیا جاتا تھا تو ہم ترقی و کامیابی کے منازل طے کررہے تھے چنانچہ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب ہندوستان کی انگریز حکومت نے حضرت علامہ اقبال کو سر کا خطاب دینے کا ارادہ کیا تو اقبال کو وقت کے گورنر نے اپنے دفتر آنے کی دعوت دی۔ اقبال نے یہ خطاب لینے سے انکار کردیا۔ جس پر گورنر بے حد حیران ہوا۔ وجہ دریافت کی تو اقبال نے فرمایا:

میں صرف ایک صورت میں یہ خطاب وصول کرسکتا ہوں کہ پہلے میرے استاد مولوی میرحسن کو شمس العلماء کا خطاب دیا جائے۔

یہ سن کر انگریز گورنر نے کہا: ڈاکٹر صاحب! آپ کو توسر کا خطاب اس لیے دیا جا رہا ہے کہ آپ بہت بڑے شاعر ہیں۔ آپ نے کتابیں تخلیق کی ہیں، بڑے بڑے مقالات تخلیق کیے ہیں۔ بڑے بڑے نظریات تخلیق کیے ہیں۔لیکن آپ کے استاد مولوی میرحسن صاحب نے کیا تخلیق کیا ہے؟

یہ سن کر حضرت علامہ اقبال نے جواب دیا کہ: مولوی میر حسن نے اقبال تخلیق کیا ہے

یہ سن کر انگریز گورنر نے ڈاکٹر اقبال کی بات مان لی اور اُن کے کہنے پر مولوی میر حسن کو شمس العلماء کا خطاب دینے کا فیصلہ کرلیا۔ اس پر مستزاد ڈاکٹر صاحب نے مزید کہا کہ: میرے استاد مولوی میر حسن کو شمس العلماء کا خطاب دینے کے لیے یہاں سرکاری دفاتر میں نہ بلایا جائے بلکہ اُن کو یہ خطاب دینے کے لیے سرکاری تقریب کو سیالکوٹ میں منعقد کیا جائے ، یعنی میرے استاذ کے گھر اور پھر ایسا ہی کیا گیا۔ مولوی میر حسن کو آج کوئی بھی نہ جانتا اگر وہ علامہ اقبال کے استاذ نہ ہوتے لیکن آج وہ شمس العلماء مولوی میر حسنؒ کے نام سے جانے جاتے ہیں۔

تاریخ اِس صداقت کی گواہی دے رہی ہے کہ درسگاہوں سے ہی ایسے انقلابات نے جنم لیا جنہوں نے اِس قوم کو اوجِ ثریا پر متمکّن کردیا۔ تعلیمی انقلاب کا مقصد یہ ہے کہ اساتذہ کرام، نوجوان نسل کی سوچ میں نمایاں تبدیلی پیدا کریں۔ انہیں عصرِ حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کریں۔ معاشرے سے بے یقینی اور مایوسی کی کیفیت کا خاتمہ کرکے قوم میں ذوق یقین پیدا کریں ۔ نوجوانوں کو تعمیر چمن کیلئے قومی یکجہتی کی تسبیح میں پرونے کی خاطر درسگاہوں کی اصلاح پر خصوصی توجہ مرکوز کی جائے ۔ اُستاد کی عظمت مطالعہ سے قائم ہوسکتی ہے۔ اساتذہ کرام تحقیق اور تخلیق کے عنصر پر خصوصی توجہ دیں ۔ ذوقِ کتاب داری ، کتاب خوانی اپنائیں ۔ اپنے علم میں مسلسل اضافے کیلئے ہمہ وقت کوشاں رہیں ۔ اساتذہ کی یہ اوّلین ذمہ داری ہے کہ وہ سچے محبّ وطن پاکستانی پیدا کرے ۔ شیخ مکتب کو چاہیے کہ وہ اپنے پیشے سے مخلص ہو کر شرح خواندگی بڑھانے اور طلباء کے معیار تعلیم کو بلند کرنے میں نمایاں کردار ادا کرے۔ معلّم معمارِ قوم ہے ۔ یہ سراسر محبت و شفقت ہے ۔ اساتذہ کرام کو تعلیمی اداروں میں محبتوں کے چراغ جلانے چاہئیں ۔ نصاب تعلیم میں انقلابی تبدیلیاں لاکر نظریہ پاکستان سے ہم آہنگ کیا جائے ، تاکہ نسلی ، علاقائی ، لسانی اور صوبائی تعصب کا خاتمہ کرکے پورے معاشرے کو اسلامی نظریہ حیات کا پابند بنایا جائے۔ اساتذہ پر قوم ، والدین اور بچے کی طرف سے بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے ۔ قوم اپنی تعلیم و تہذیب اپنی طاقت ، اپنی رگوں میں تازہ لہو کی روانی کیلئے اور گلوبل چیلنجز کیلئے نئی نسل کی بہتر تربیت کی خواہش مند ہے ۔ والدین اپنی قیمتی متاع اُستاد کے سپرد کردیتے ہیں اور پھر اپنے بچوں کو مثالی انسان اور اچھے پاکستانی شہری کے روپ میں دیکھنے کے خواہشمند ہوتے ہیں ۔ عصرِ حاضر کے معلّم کو چاہیے کہ وہ صحیح معنوں میں معمارِ قوم بنے ۔ اُسے چاہیے کہ قوم کے شاہینوں کو جذبہ جستجو کی تربیت دے ۔ انہیں کردار عمل کے وصف سے مُزیّن کرے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے علوم سے آراستہ کرے۔

شیخ مکتب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اینٹ اور پتھر سے عمارتیں بنا نا آسان کام ہے لیکن انسانی اخلاق اور سیرت کی تعمیر جوئے شیر لانے سے کسی طرح کم نہیں ۔ مشفق اور مہربان اتالیق شاہین بچوں کو حیات ابدی کے جام پلانے کے ساتھ ساتھ خودی کے بحرِ بیکراں سے بھی آشنا کریں تا کہ وہ ملک وملت کے خیر خواہ وعدے کے پابند، الفت ومحبت کے خواہش مند، مشکلات اور مصائب میں سربکف مجاہد وطن کی آن کے رکھوالے، اتحاد، ایمان اور تنظیم کی پہچان بن کر انسانیت کو اوجِ ثریا پر متمکّن کردیں ۔ تشکیل کردار کے سلسلہ میں کتابی علم سے ہٹ کر اساتذہ ایسے مشاغل کا اہتمام کریں جو طلبہ میں ڈسپلن اور قیادت کے اوصاف پیدا کریں ۔ کھیل ، گرل گائیڈ ، سائنس کلب اور جغرافیائی سوسائیٹیوں کا اجراء ایسی مفید سرگرمیاں ہیں جن سے بچوں کی روحانی ، ذہنی ، جسمانی اور سماجی نشوونما کمال احسن انداز میں ہوتی ہے ۔ تعاون اور اعتماد کی فضا میں تخلیق اور جدت طرازی کی صلاحیتیں پروان چڑھتی ہیں اور اسی طرح ہی ہم باعزت طور پر اور ایک ترقی یافتہ قوم کی حیثیت سے اکیسویں صدی میں داخل ہو سکتے ہیں اور یہی اُستاد کا ملک اور قوم میں حقیقی کردار ہے ۔

دیکھا نہ کوہِ کن کوئی فرہاد کے بغیر
آتا نہیں ہے فن کوئی استاد کے بغیر

☆☆☆☆☆

غربت کا خاتمہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

زکوۃ وصدقات، انفاقِ فی سبیل اللہ، ایثار وقربانی، دولت کی منصفانہ تقسیم اور معاشی مساوات کے زریں اقدام ہیں

اللہ نے کسی کو عزت و ناموری عطاء فرمائی اور کسی کو تقویٰ و رہبری سے نوازا

ڈاکٹر شفاقت علی البغدادی الازہری

بلاشبہ دور حاضر میں انسانیت کے اجتماعی مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ غربت و افلاس ہے۔غربت کسی انسان کی ایسی حالت کا نام ہے جس میں اس کے پاس کم ترین معیار زندگی کے لیے اشد ضروری اسباب و وسائل اور ضروریاتِ زندگی کا فقدان ہو۔اگر سادہ اور آسان الفاظ میں دیکھا جائے تو غربت ،بھوک و افلاس کا نام ہے یعنی ایک شخص کے پاس اتنی رقم میسر نہ ہو جس سے وہ اپنی یا اپنے اہل وعیال کی بنیادی ضروریات کو پورا کر سکے تو ایسا شخص مفلس ہے۔ انسانی تاریخ کے آغاز سے ہی مفلسی اور امیری جیسے دو بنیادی تصورات موجود رہے۔ دولت کی غیر مساویانہ تقسیم ،کمزور کے مال پر ناجائز تصرف ،امراء میں مال و زر کی ہوس ایسی قباحتیں ہیں جنہوں نے اس تصور کو مزید واضح کیا ہے ۔مال و زر کی ہوس انسان میں اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اس کے سامنے دنیا کا ہر رشتہ و قانون ہیچ نظر آتا ہے ۔انسان کی اس فطرت کو اللہ رب العزت نے قرآن میں یوں ذکر فرمایا:

كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ .وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ .وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا.وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا. (الفجر،٨٩: ١٧۔٢٠)

’’یہ بات نہیں بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ عزت اور مال و دولت کے ملنے پر) تم یتیموں کی قدر و اِکرام نہیں کرتےoاور نہ ہی تم مسکینوں (یعنی غریبوں اور محتاجوں) کو کھانا کھلانے کی (معاشرے میں) ایک دوسرے کو ترغیب دیتے ہوoاور وراثت کا سارا مال سمیٹ کر (خود ہی) کھا جاتے ہو (اس میں سے افلاس زدہ لوگوں کا حق نہیں نکالتے) اورتم مال و دولت سے حد درجہ محبت رکھتے ہو۔‘‘

بلاشبہ اللہ رب العزت نے انسان کے اندر مختلف طبقات بنائے ہیں۔کسی کوعزت و ناموری عطا فرمائی ہےتو کسی کو تقویٰ و رہبری سے نوازا ہے اورکسی کو دولت و مال کی فروانی عطا فرمائی ہے لیکن اس کا ہرگز یہ مقصد نہیں انسان قارونی و سامراجی فکر کے زیراثر اپنا مقصد حیات بھول جائے اور اردگرد کے لوگوں کو غلام و کمزور سمجھ کر فرعون بن جائے۔ انسانی طبقات میں یہ تفاوت انسان کی آزمائش کے لیے ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاللّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الْرِّزْقِ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُواْ بِرَآدِّي رِزْقِهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ أَفَبِنِعْمَةِ اللّهِ يَجْحَدُونَ (النحل، ١٦: ٧١)

’’اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق (کے درجات) میں فضیلت دی ہے (تا کہ وہ تمہیں حکمِ انفاق کے ذریعے آزمائے)، مگر جن لوگوں کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنی دولت (کے کچھ حصہ کو بھی) اپنے زیردست لوگوں پر نہیں لوٹاتے (یعنی خرچ نہیں کرتے) حالانکہ وہ سب اس میں (بنیادی ضروریات کی حد تک) برابر ہیں، تو کیا وہ اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔‘‘

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ. (الزخرف،۴۳:۳۲)

''ہم اِن کے درمیان دنیوی زندگی میں ان کے (اسبابِ) معیشت کوتقسیم کرتے ہیں اور ہم ہی ان میں سے بعض کوبعض پر (وسائل و دولت میں) درجات کی فوقیت دیتے ہیں، (کیا ہم یہ اس لئے کرتے ہیں) کہ ان میں سے بعض (جوامیر ہیں) بعض (غریبوں) کا مذاق اڑائیں (یہ غربت کا تمسخر ہے کہ تم اس وجہ سے کسی کو رحمتِ نبوت کا حق دار ہی نہ سمجھو)، اور آپ کے رب کی رحمت اس (دولت) سے بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے (اور گھمنڈ کرتے) ہیں۔''

مذکورہ آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دنیوی زندگی کا دار و مدار اسبابِ معیشت پر ہے ۔اللہ رب العزت نے ان اسباب و وسائل کو افراد و اقوام میں حکمت وحکم کے مطابق تقسیم کیا ہے کسی کوکم اورکسی کو زیادہ عطاء فرمایا تا کہ لوگ ایک دوسرے کی خدمت لیں، ایک دوسرے کےمحتاج بھی ہوں اور ان کے معاون بھی بنیں۔ صاحبِ ثروت لوگ اپنی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کے ساتھ ساتھ دوسرے کےحقوق کا بھی خیال رکھیں تا کہ کمزوروں اور مجبوروں کی مدد کر کے اخروی زندگی میں اللہ رب العزت کےحضور سرخرو ہوسکیں۔

معاشرے کے متمول اور صاحب ثروت افراد کا غریب اور مفلوک الحال لوگوں کی معاشی معاونت اور مدد کرنا ان پر احسان کرنا نہیں بلکہ یہ اصل حقدار کو اس کا حق لوٹانا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَفِی أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ.

''اور اُن کے اموال میں سائل اور محروم (سب حاجت مندوں) کا حق مقرر تھا۔'' (الذاریات، ۵۱:۱۹)

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ:

قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِى سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلَى رَاحِلَةٍ لَهُ قَالَ فَجَعَلَ يَصْرِفُ بَصَرَهُ يَمِينًا وَشِمَالاً فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لاَ ظَهْرَ لَهُ وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لاَ زَادَ لَهُ " . قَالَ فَذَكَرَ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَ حَتَّى رَأَيْنَا أَنَّهُ لاَ حَقَّ لأَحَدٍ مِنَّا فِى فَضْلٍ . رواه مسلم

''ہم سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اتنے میں ایک شخص اونٹنی پر سوار آپ ﷺ کے پاس آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں جس کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہو وہ اس کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس اضافی توشہ (کھانا) ہو وہ اس کو دیدے جس کے پاس توشہ (کھانا) نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے بہت سی قسم کے مال بیان کیے یہاں تک کہ ہم یہ سمجھے کہ ضرورت سے زائد کسی شے میں بھی ہمارا حق نہیں ہے۔''

غربت کے خاتمہ کے لیے اسلام نے جو بنیادی اوراہم اقدامات اٹھائے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

گردش زر کا اصول:

غربت کی ایک وجہ دولت کا ارتکاز ہے یعنی دولت اگر چند ہاتھوں میں ہی مرکوز ہوکر رہ جائے گی تو پھرغربت میں اضافہ ہوگا لہذا اسلام نے دولت کوجمع کر کے رکھنے کی مذمت کی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ. (التوبۃ،۹: ۳۰)

''اور جو لوگ سونا اور چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دیں۔''

شرعی اصطلاح میں کنز وہ مال ہے جس کی زکوۃ ادا نہ کی جائے ۔حضرت عبد اللہ بن عمرفرماتے ہیں:

وکل مال لا تؤدی زکاته فهو کنز

''ہر وہ مال جس کی زکوۃ نہیں دی گئی وہ کنز ہے۔''

مال جمع کرنے والے شخص کی ہلاکت کا صراحتا قرآن میں ذکرآیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ .الَّذِى جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ .يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ .كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ. وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ .نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ.

''ہر اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جو (روبرو) طعنہ زنی کرنے والا ہے (اور پسِ پشت) عیب جوئی کرنے والا ہے o (خرابی و تباہی ہے اس شخص کے لئے) جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھتا ہے oوہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی دولت اسے ہمیشہ زندہ رکھے گی oہرگز نہیں !وہ ضرور حطمہ (یعنی چورا چورا کر دینے والی آگ) میں پھینک دیا جائے گا oاور آپ کیا سمجھے ہیں کہ حطمہ (چورا چورا کر دینے والی آگ) کیا ہے o(یہ) اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔'' (الہمزہ، ۱۰۵: ۱۔۶)

اگر دولت مختلف طبقات میں گردش کرتی رہے تو اس سے نہ صرف غربت کا خاتمہ ہوگا بلکہ ریاست بھی معاشی طور پر مستحکم ہوگی۔ چنانچہ اسی اصول کے پیش نظر اسلام نے صدقات و زکوۃ کا ایسا نظام وضع کیا ہے جس سے دولت کی گردش کا عمل جاری رہتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ. (الحشر،۵۹: ۷)

''جو (اَموالِ فَے) اللہ نے (قُریظہ، نَضِیر، فِدَک، خَیبر، عُرَینہ سمیت دیگر بغیر جنگ کے مفتوحہ) بستیوں والوں سے (نکال کر) اپنے رسول (ﷺ) پر لوٹائے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے لئے ہیں اور (رسولﷺ کے) قرابت داروں (یعنی بنو ہاشم اور بنو المطّلب) کے لئے اور (معاشرے کے عام) یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لئے ہیں، (یہ نظامِ تقسیم اس لئے ہے) تاکہ (سارا مال صرف) تمہارے مال داروں کے درمیان ہی نہ گردش کرتا رہے (بلکہ معاشرے کے تمام طبقات میں گردش کرے)۔''

زکوۃ وصدقات:

اسلام نے معاشرے سے غربت کے خاتمے کے لیے زکوۃ وعشر کو فرض قرار دیا۔ جس کے تحت ہر صاحب نصاب مسلمان کو سال میں ایک مرتبہ اپنے مال میں سے ایک مخصوص حصہ اللہ کی راہ میں غربا و مساکین پر خرچ کرنا ضروری ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ.

''بیشک صدقات (زکوٰۃ) محض غریبوں اور محتاجوں اور ان کی وصولی پر مقرر کئے گئے کارکنوں اور ایسے لوگوں کے لئے ہیں جن کے دلوں میں اسلام کی الفت پیدا کرنا مقصود ہو اور (مزید یہ کہ) انسانی گردنوں کو (غلامی کی زندگی سے) آزاد کرانے میں اور قرض داروں کے بوجھ اتارنے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں پر (زکوٰۃ کا خرچ کیا جانا حق ہے)۔ یہ (سب) اللہ کی طرف سے فرض کیا گیا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔'' (التوبۃ،۹: ۶۰)

حضور نبی اکرمﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں زکوۃ کے حکم کو نافذ کیا اور فرمایا:

ان اللـه فرض عليهم زكاة من اموالهم وترد على فقرائهم .رواه بخارى

''اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض قرار دی ہے جو ان کے سرمایہ داروں سے لی جائے گی (جو صاحب نصاب ہوں گے) اور انہیں کے فقیروں میں تقسیم کر دی جائے گی۔''

انفاق فی سبیل اللہ:

انفاق فی المال کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے سرمایہ و دولت کو ضرورت مندوں پر اس طرح خرچ کیا جائے کہ ان کا معاشی تعطل ختم ہو اور مالی طور پر مستحکم ہوسکیں۔قرآن کریم میں ہمیں انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں صراحت کے ساتھ یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَنفِقُواْ مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ. (البقرۃ،۲: ۲۵۴)

''اے ایمان والو !جو کچھ ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو قبل اس کے کہ

وہ دن آجائے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور (کافروں کے لئے) نہ کوئی دوستی (کار آمد) ہوگی اور نہ (کوئی) سفارش، اور یہ کفار ہی ظالم ہیں۔''

حضرت ابوہریرہؓ سے راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قَالَ اللهُ: أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ، أُنْفِقْ عَلَيْكَ .مُتّفَقٌ عَلَيْهِ.

'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے ابن آدم! تو (مخلوق خدا پر) خرچ کر (تو) میں تیرے اوپر خرچ کروں گا۔''

حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَنْفِقِي، وَلَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللهُ عَلَيْكِ، وَلَا تُوعِي فَيُوْعِيَ اللهُ عَلَيْكِ .مُتّفَقٌ عَلَيْهِ.

''خرچ کرو اور گن کر نہ دو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن کر دے گا، اور ہاتھ نہ روکو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے اپنا ہاتھ روک لے گا۔''

باہمی تعاون:

اسلام میں نیکی وتقویٰ کے کام میں معاونت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ.

اور نیکی اور پرہیزگاری (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم (کے کاموں) پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ (نافرمانی کرنے والوں کو) سخت سزا دینے والا ہے۔''

حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا:

"من نفس عن مؤمن كربة من كرب الدنيا , نفس الله عنه كربة من كرب الآخرة ,ومن ستر على مسلم ,ستره الله فى الدنيا والآخرة ,والله فى عون العبد ما كان العبد فى عون اخيه "رواه مسلم

''جس نے کسی مومن سے دنیا کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی اللہ اس کے آخرت کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کرے گا، اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی تو اللہ دنیا وآخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا، اللہ بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا ہے۔''

یعنی کسی مومن کی مدد کرنے اور اس کی مالی معاونت کرنے والے کا اجر یہ ہے کہ اللہ رب العزت ایسے بندہ مومن کی نہ صرف دنیا میں مددفرما تا ہے بلکہ اس کی آخرت کی تکالیف اور مصائب کوبھی دور فرماتا ہے۔

اللہ رب العزت کے نزدیک وہ شخص محبوب ترین ہے جو لوگوں کی مالی و معاشی مشکلات کو دور فرمائے۔ حدیث مبارکہ ہے جس کو امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور سوال کیا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ؟ وَأَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللَّهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ، وَأَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ سُرُورٍ تُدْخِلُهُ عَلَى مُسْلِمٍ، أَوْ تَكْشِفُ عَنْهُ كُرْبَةً، أَوْ تَقْضِي عَنْهُ دِينًا، أَوْ تَطْرُدُ عَنْهُ جُوعًا، وَلَأَنْ أَمْشِيَ مَعَ أَخٍ لِي فِي حَاجَةٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتَكِفَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ، يَعْنِي مَسْجِدَ الْمَدِينَةِ .رواه طبرانی

''اللہ کے ہاں محبوب ترین شخص کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ہاں محبوب ترین شخص وہ ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔اللہ کے ہاں محبوب ترین عمل یہ ہے کہ تم کسی مسلمان کو خوش کرو یا اس سے کسی تکلیف دور کرو۔ یا اسکا قرض ادا کرو۔ یا بھوک لگی ہو تو اسکو کھانا کھلاؤ۔ اور مجھے اپنے اپنے بھائی کے ساتھ اسکی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے چلنا مسجد میں ایک ماہ کے اعتکاف سے زیادہ پسند ہے۔''

معاشی کفالت:

معاشی زندگی میں امدادِ باہمی کا اصول اسلامی ریاست کے قیام کے بعد سب سے پہلے نافذ العمل ہوا۔ریاست مدینہ کے قیام کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نے مواخاتِ مدینہ کی صورت میں جس اسلامی نظام کو نافذ کیا اس

کی بنیاد غربت و افلاس کا خاتمہ اور معاشی استحکام و بحالی تھی۔

امدادِ باہمی اور کفالت عامہ کے تصور کے تحت اسلام نے پورے معاشرے اور اس کے حوالے سے ریاست کی ذمہ داری قرار دی ہے کہ جو افراد محض اپنے وسائل سے اپنی جائز ضروریات کی کفالت نہیں کر سکتے ان کا بوجھ معاشرہ ان کے ساتھ مل کر اٹھائے۔غربا اور مساکین کی کفالت کی ذمہ داری اٹھانے والے کے لیے حضور نبی اکرمﷺ نے جنت کی خوشخبری سنائی ہے۔چنانچہ حضرت ابوہریرۃ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرمﷺ نے ارشاد فرمایا:

"كافل اليتيم له او لغيره انا وهو كهاتين في الجنة "،رواه مسلم

’’میں اور یتیم کی خبر گیری کرنے والا خواہ اس کا عزیز ہو یا غیر ہو جنت میں اس طرح سے ساتھ ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں۔‘‘

اسلامی نظام حکومت میں ریاست کی ذمہ داری ہے کہ مفلوک الحال اور غربت کی چکی میں پسے ہوئے لوگوں کی بیت المال سے مالی معاونت کرے اور ان کی بحالی کے لیے اقدام کرے۔اس سلسلے میں نبی اکرمﷺ اور ان کے خلفائے کی واضح ہدایات موجود ہیں۔حضرت ابوہریرۃ سے مروی ہے کہ

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يؤتى بالرجل المتوفى عليه الدين، فيسال :هل ترك لدينه فضلا؟ فإن حدث انه ترك وفاء صلى، وإلا قال للمسلمين: صلوا على صاحبكم، فلما فتح الله عليه الفتوح، قال: انا اولى بالمؤمنين من انفسهم، فمن توفى من المؤمنين فترك دينا فعلي قضاؤه، ومن ترك مالا فلورثته

’’رسول اللہﷺ کے پاس جب کسی ایسے شخص کا جنازہ لایا جاتا جس پر قرض ہوتا تو آپﷺ دریافت فرماتے کہ مرنے والے نے قرض کی ادائیگی کے لیے ترکہ چھوڑا ہے یا نہیں۔اگر کہا جاتا کہ اتنا چھوڑا ہے جس سے ان کا قرض ادا ہوسکتا ہے تو آپﷺ ان کی نماز پڑھتے، ورنہ مسلمانوں سے کہتے کہ اپنے ساتھی پر تم ہی نماز پڑھ لو۔پھر جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریمﷺ پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے تو فرمایا کہ میں مسلمانوں سے ان کی خود اپنی ذات سے بھی زیادہ قریب ہوں اس لیے ان مسلمانوں میں جو کوئی وفات پائے اور قرض چھوڑے تو اس کی ادائیگی کی ذمہ داری میری ہے اور جو کوئی مال چھوڑے وہ اس کے ورثاء کا ہے۔‘‘

کسب معاش و محنت کی ترغیب :

دین اسلام میں غربت کے خاتمے کے لیے انسانوں کو کسب معاش اور جدوجہد کرنے کی بھی ترغیب دی ہے یہاں تک کہ رزق حلال کمانے والے کو اللہ کا محبوب بندہ قرار دیا گیا ہے۔جیسا کہ حضور نبی اکرمﷺ نے ارشاد فرمایا:

الكاسب حبيب الله .

’’محنت کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔‘‘

اسی طرح اسلام نے انسانوں کو اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی ترغیب دی ہے۔جیسا کہ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ نبی اکرمﷺ نے فرمایا:

خيرُ الكسبِ كسبُ يدِ العاملِ إذا نصَح. رواه احمد .

’’بہترین کمائی مزدور کے ہاتھ کی کمائی ہے بشرطیکہ وہ خیر خواہی اور بھلائی کے ساتھ کام والے کا کام انجام دے۔‘‘

اسی طرح طلب حلال اور کسب معاش فرض عبادات کے بعد اہم درجہ رکھتا ہے۔جیسا کہ نبی اکرمﷺ نے فرمایا:

طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ .رواه بهيقى

’’رزق حلال کی تلاش فرض عبادت کے بعد سب سے بڑا فریضہ ہے۔‘‘

مذکورہ بالا مندرجات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ دین اسلام غریبوں اور فقراء کو کئی طرح کے حقوق عطا فرماتا ہے اور مال دار اور متمول طبقے پر کچھ فرائض عائد کرتا ہے۔تاکہ معاشرے میں سے غربت کا خاتمہ کیا جاسکے اور معاشرے کے کمزور افراد کو مالی و معاشی طور پر مضبوط کیا جاسکے۔بلاشک و شبہ اگر اسلامی معاشرے میں ان تعلیمات اسلامیہ پر امت مسلمہ عمل پیرا ہو جائے تو ہمارے اسلامی ممالک میں غربت کا ممکنہ حد تک خاتمہ ہو جائے۔یہ ایسے امور ہیں جن کے ذریعے معاشرے کو مالی اعتبار سے مساوی اور مضبوط بنایا جاسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

سر سید احمد خان کاروانِ آزادی کے اولین سالار

آپ نے مسلم قوم میں تعلیم کے ذریعہ جذبہ خودشناسی روشناس کروایا

سر سید احمد خان نے مسلمانوں کو تنگ نظری سے بچنے اور آگے بڑھنے کی فکر دی

برصغیر میں آباد مسلمانوں کے لئے پہلی مرتبہ قوم کا لفظ سر سید احمد خان نے استعمال کیا

ڈاکٹر انیلہ مبشر

برصغیر پاک وہند کے ہر دور میں مسلمانوں میں بڑے بڑے مجاہد، ذی علم، دانشور اور مدبر پیدا ہوئے مگر ان کا دائرہ عمل کسی ایک شعبے تک محدود رہا۔ جبکہ انیسویں صدی کے نصف آخر میں سر سید احمد خان ایک ایسے مردِ حق ثابت ہوئے جن کے میدانِ عمل نے قومی زندگی کے تمام شعبوں کو متاثر کیا اور مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ نے 1857ء کی جنگ آزادی میں شکست خوردہ، نیم بسمل قوم کی مسیحائی کی اور اسے حیات نو بخشی۔ آپ کی جاری کردہ تحریک بھی علی گڑھ ایک ایسی ہمہ گیر اور جامع تحریک تھی جس نے مسلمانانِ برصغیر پاک و ہند کی سماجی، مذہبی، تعلیمی اور سیاسی و ادبی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے اسے اس طرح متاثر کیا کہ بیسویں صدی میں مسلمان قوم ایک نئے جوش اور ولولے سے بیدار ہوئی اور جہد مسلسل کے ذریعے منزل مراد کو پالیا۔

آپ 17 اکتوبر 1817ء میں دہلی میں پیدا ہوئے اور اپنی وفات 1898ء تک قوم کی بے لوث خدمت کرتے رہے۔ آپ نے قوم کو اس حالت میں پایا کہ ان کا ایک ہزار سالہ دور حکومت اختتام پذیر ہوچکا تھا۔ معاشی ناہمواری اور مذہبی تعصّبات کے ساتھ ساتھ نظامِ حیات درہم برہم ہوچکا تھا۔ مسلمان سرکاری مدارس میں جانے کے لیے تیار نہ تھے جہاں ذریعہ تعلیم اب انگریزی تھا۔ ہندوستان کے نئے حکمران انگریز تھے جنہوں نے ہندوؤں سے اچھے تعلقات استوار کرلیے تھے۔ ملازمتوں اور تجارت پر ہندوؤں کا قبضہ بڑھتا چلا جارہا تھا۔ انگریزوں کا رویہ مسلمانوں سے سردمہری پر مبنی تھا۔ ولیم ہنٹر نے اپنی رپورٹ میں اعتراف کیا ہے کہ

”سچ تو یہ ہے کہ جب ملک ہمارے زیرنگیں آیا تو مسلمان ایک برتر نسل تھے وہ نہ صرف شجاعت اور سپاہیانہ صلاحیت کے اعتبار سے برتر تھے بلکہ سیاسی نظم اور عملی حکومت کے علم کے لحاظ سے بھی فوقیت رکھتے تھے مگر اب مسلمان نہ صرف سرکاری ملازمتوں سے بلکہ غیرسرکاری اعلیٰ پیشوں سے بھی بے دخل کردیئے گئے ہیں۔“

ان حالات میں سر سید احمد خان نے قوم کو ایک نئی امید اور نئے مقصد کا فہم دیا۔ آپ کا مطمع نظر مسلم قوم میں تعلیمی بیداری پیدا کرکے جذبہ خودشناسی سے روشناس کروانا تھا۔ اس نئے دور میں آپ مسلم نوجوان طبقے کو تعلیم کے ہتھیار سے مسلح کرکے اُن میں ذہنی وقومی شعور اور بیداری پیدا کرنا چاہتے تھے کہ وہ اپنی کھوئی ہوئی توانائیاں پھر سے حاصل کرنے کے قابل ہوں اور اپنے قومی و سیاسی شعور کو بیدار کرکے گذشتہ عظمت کو دعوت دے سکیں۔ آپ ایک ایسی نسل تیار کرنا چاہتے تھے جو مذہب اسلام کے ساتھ اپنی بنیادی وفاداری کو قائم رکھتے ہوئے جدید مغربی تعلیم سے بہرا مند ہو۔ سائنس اور مغربی علوم سے واقفیت قائم کرے تاکہ ترقی یافتہ اقوام کا مقابلہ کرسکے۔ آپ نے خود اپنی تعلیمی حکمت عملی سے متعلق فرمایا:

”ہمارے دائیں ہاتھ میں سائنس ہوگی، بائیں ہاتھ

میں فلسفہ اور ہمارے سر پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا تاج ہوگا۔“

چنانچہ 1859ء سے آپ نے تعلیمی مدارس قائم کرنے کا سلسلہ شروع کردیا۔ مسلمانوں میں مغربی علوم وفنون، سائنس و ادب سے واقفیت پیدا کرنے کے لیے آپ نے 1864ء میں غازی پور میں سائنٹیفک سوسائٹی کی بنیاد رکھی جس کا مقصد انگریزی کتب کے تراجم شائع کرنا تھا۔ چنانچہ علم تاریخ، معاشیات، زراعت اور کیمیا پر مشتمل بہت سی کتابوں کے ترجمے کیے گئے۔ اسی سوسائٹی نے ایک اخبار 1866ء میں علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے نام سے جاری کیا جبکہ یہ سوسائٹی علی گڑھ منتقل ہوچکی تھی۔ یہ اخبار پہلے ہفت روزہ تھا بعد میں سہ روزہ کردیا گیا۔ اس کا ایک کالم انگریزی میں اور ایک اردو میں ہوتا۔ اس میں معاشرتی، اخلاقی، سیاسی اور علمی مضامین شائع کیے جاتے۔

سر سید احمد خان کی خواہش تھی کہ مسلمانوں کے لیے ایک ایسی جامعہ قائم کی جائے جو برصغیر کے مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہو جو اپنے اندر جدید مغربی علوم اور اسلامی اقدار کا گراں بہا امتزاج رکھتی ہو اور طلبہ کی کردار سازی کرکے مستقبل کے معمارِ قوم پیدا کیے جاسکیں۔ آپ کو اپنے بیٹے سید محمود کے ہمراہ 70-1869ء کے دوران انگلستان تشریف لے جانے کا موقع ملا۔ آپ نے آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹی کا دورہ کیا اور ان کے طریقہ تعلیم کا بغور جائزہ لیا۔ واپس آکر ایک سوسائٹی خواستگاران ترقی تعلیم مسلمانان قائم کی جس کا مطمع نظر مسلمانوں کے لیے ایک اعلیٰ درجہ کا تعلیمی ادارہ قائم کرنا اور اس کے لیے رقم کا بندوبست کرنا تھا۔ فنڈ کمیٹی کے ذریعے یہ ہدف پورا کرلیا گیا۔ آپ کی روز و شب کی کاوشوں سے 1857ء میں علی گڑھ میں ایک سکول قائم کردیا گیا جس کو 1877ء میں کالج کا درجہ دے دیا گیا۔ اس کالج کا سنگ بنیاد وائسرائے ہند لارڈ لٹن نے رکھا اس کا نام محمڈن اینگلو اورینٹل کالج تجویز کیا گیا۔

سر سید احمد خان اس جامعہ کو برصغیر میں مسلمانوں کی پہلی مسلم یونیورسٹی بنانا چاہتے تھے ان کا یہ خواب ان کی زندگی میں پورا نہ ہوا لیکن عالم اسلام کی اس جدید درسگاہ کو 1920ء میں مسلم یونیورسٹی کا درجہ مل گیا۔ یہ ایک ایسا مسلم تعلیمی ادارہ تھا جہاں وقت کے بہترین قابل اساتذہ درس و تدریس سے منسلک تھے۔ اس اقامتی درسگاہ میں دینی ماحول کا انتظام کیا گیا تھا۔ طلبہ کی کردار سازی پر زور دیا جاتا۔ علی گڑھ کالج ایک ایسا ادارہ تھا جو مسلمانوں کی تعلیمی، سماجی اور سیاسی تحریک کا مرکز قرار پایا۔ مولوی طفیل احمد بنگلوری اپنی تصنیف ”مسلمانوں کا روشن مستقبل“ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ علی گڑھ کالج جدید علوم کی ایسی درسگاہ تھی جس نے مسلمانوں میں قومی ولولہ اور امنگ پیدا کی۔

سر سید مسلم قومی تعلیم کی تحریک کو پورے برصغیر میں پھیلانے اور مسلمانوں کو بحیثیت قوم منظّم کرنے کے خواہاں تھے چنانچہ اس ضمن میں آپ نے ایک تعلیمی، اصلاحی و تعمیری انجمن ”محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس“ کے نام سے قائم کی۔ مسلمانوں کی تنظیم نو میں اس ادارے نے ایک مرکزی حیثیت اختیار کرلی نہ صرف تعلیم کے فروغ کو ایک مشن سمجھتے ہوئے پورے ہندوستان میں پھیلایا گیا بلکہ اسی انجمن کے ایک اجلاس میں 1906ء میں مسلم لیگ قائم کی گئی جس نے بعد ازاں مسلم مفادات کے تحفظ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ تحریک علی گڑھ ایک ایسی موثر تحریک ثابت ہوئی جس نے مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں ذہنی سکون اور بیدار مغزی عطا کی۔ مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں اور باعزت پیشوں کے قابل بنایا۔ اصلاح معاشرت اور جدید اردو ادبیات کا آغاز ہوا۔ یہاں سے فارغ التحصیل طلبہ تحریک پاکستان کا ہراول دستہ ثابت ہوئے۔

آپ نے مسلمانوں کے مذہبی تعصّبات دور کرنے اور سماجی رجحانات کو بہتر بنانے کے لیے کئی ایک کتب تحریر کیں اور رسائل جاری کیے۔ انگریزوں اور مسلمانوں کی مذہبی کشیدگی دور کرنے کے لیے بائبل کی مختصر تفسیر ”تبین الکلام“ کے نام سے تحریر کی اور ایک رسالہ ”احکام طعام اہل کتاب“ کے نام سے لکھا۔ مشہور مستشرق سر ولیم میور نے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ پر ایک زہر آلود کتاب ”لائف آف محمد“ تحریر کی۔ آپ نے اس متعصّبانہ کتاب کا جواب تحقیق اور دلیل کے ساتھ ”خطبات احمدیہ“ کی صورت میں دیا۔ یہ کتاب عشقِ رسول اور

دینی جوش و جذبہ کی آئینہ دار ہے۔ 1870ء میں آپ نے ایک رسالہ تہذیب الاخلاق جاری کیا جس کے مضامین کا مقصد مسلمانوں کے مذہبی اور سماجی خیالات کی اصلاح تھی۔ اس رسالہ نے قوم کی نشاۃ ثانیہ میں موثر کردار ادا کیا۔

سر سید احمد خان نے اپنے سیاسی نظریات کی بدولت قوم کی بھرپور رہنمائی کی۔ 1858ء سے 1898ء تک سر سید کی شخصیت ایک ایسے مدار کی حیثیت رکھتی تھی جس کے گرد برصغیر کی مسلم سیاست نصف صدی تک گردش کرتی رہی۔ سر سید کی سیاسی زندگی کا آغاز ''رسالہ اسبابِ بغاوت ہند'' لکھنے سے ہوا جس کا مقصد مسلمانوں اور انگریزوں میں موجود غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا تھا۔ آپ نے ایک طرف برطانوی عہدے داروں کو ہندوستانی معاشرے اور مذاہب کا احترام کرنے کا مشورہ دیا تو دوسری طرف اپنے ہم وطنوں کو یہ باور کروایا کہ انگریزوں کا مستقبل قریب میں ہندوستان چھوڑ کر جانے کا ارادہ نہیں۔ اس لیے ان سے بہتر تعلقات استوار کرنا ہی وقت کی اہم ضرورت ہے۔

آپ نے بطور قوم مسلمانوں کی سیاسی پسماندگی دور کی اور خود اعتمادی کا جذبہ بیدار کیا۔ آپ کی کوششوں کا مثبت نتیجہ برآمد ہوا۔ مسلمان آپ کے قائم کردہ تعلیمی اداروں میں انگریزی زبان پڑھنے، جدید علوم وفنون سیکھنے اور مغربی تعلیم سے بہرہ مند ہونے پر آمادہ ہوگئے۔ معاشی خوشحالی کے دروازے اُن پر واہ ہونے لگے۔ دوسری طرف برطانوی حکومت بھی مسلمانوں کو مراعات دینے پر آمادہ نظر آنے لگی۔ آپ کی کوششوں سے پہلی مرتبہ 1861ء میں مجلس قانون ساز میں ہندوستانیوں کو رکنیت کا حق مل گیا۔ آپ چار سال تک وائسرائے ہند کی کونسل کے ممبر رہے۔

سر سید احمد خان کا سیاسی اعتبار سے دوسرا اہم کارنامہ ہندوستان میں مسلمانوں کو ایک جداگانہ قوم قرار دینا ہے۔ اگرچہ اپنے ابتدائی دور میں آپ نے کبھی ہندو مسلم کا امتیاز نہ رکھا۔ لیکن 1867ء میں بنارس سے شروع ہونے والی اردو ہندی تنازعے کی تحریک سے وہ دلبرداشتہ ہوگئے۔

''حیاتِ جاوید'' میں الطاف حسین حالؔی فرماتے ہیں کہ یہ وہ پہلا موقع تھا جب سر سید کو یقین ہوگیا کہ ہندوستان میں دونوں قوموں کا اشتراک ممکن نہیں۔ آپ وہ مدبر اور دور اندیش سیاست دان تھے جنہوں نے مسلمانوں کے لیے پہلی مرتبہ قوم کا لفظ استعمال کیا۔ 1882ء میں طلبہ سے خطاب میں آپ نے فرمایا:

''مسلمان ایک قوم ہیں۔ اسلام کے دائرہ میں شامل تمام افراد مسلم قوم ہیں۔ یاد رکھئے کہ یہ اسلام سے وابستگی ہی ہے جو ہمیں ایک قوم کا درجہ دیتی ہے۔''

اسی بنیاد پر آپ نے برطانوی پارلیمانی نظام جمہوریت کی مخالفت کی۔ آپ کا نظریہ تھا کہ ہندوستان ایک براعظم کی مانند ہے جس میں مختلف اقوام اور مذاہب کے لوگ بستے ہیں۔ ان کو آبادی کے لحاظ سے قانونی اور جمہوری اداروں میں نمائندگی دی گئی تو ہندوؤں کی اکثریت کے مقابلے میں مسلمان مستقل اقلیت بن جائیں گے۔

سر سید احمد خان کا سیاسی میدان میں تیسرا بڑا کارنامہ مسلمانوں کو 1885ء میں قائم ہونے والی انڈین نیشنل کانگرس کے مطالبات اور سیاسی لائحہ عمل کے پیش نظر، مکمل طور پر الگ رہنے کا مشورہ دینا تھا۔ ہندوستان کی تاریخ کا یہ دور مسلمانوں کے لیے بڑا نازک تھا۔ ہندو مسلمانوں سے زیادہ تعلیم یافتہ اور سیاسی طور پر باشعور ہوچکے تھے پھر وہ ملک میں عددی اکثریت رکھتے تھے۔ اسی اعتبار سے وہ کانگرس کے ذریعے ہندوستان میں نمائندہ اور جمہوری طرز حکومت کا مطالبہ کررہے تھے جس کا مقصد مستقبل میں ہندو تسلط اور غلبہ تھا۔

تحریک پاکستان کی ابتدائی راہیں متعین کیں۔ آپ کا قائم کردہ دوقومی نظریہ قیام پاکستان پر منتج ہوا۔ قصرِ پاکستان کی بنیاد میں سب سے پہلی اینٹ اسی مدبر رہنما نے رکھی۔ انیسویں صدی میں سر سید احمد خان مسلمانوں کے سب سے بڑے محسن، دانشور، مدبر اور سیاسی لیڈر تسلیم کیے جاتے ہیں۔ ہم آپ کا بجا طور پر کاروانِ آزادی کا اولین سالار قرار دے سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

تخلیقِ کائنات کی بنیاد الوہی محبت پر ہے

جہاں عدل و انصاف ہو گا وہاں اعتدال اور امن ہو گا

اللہ کی اطاعت کے وصف کے باعث انسان رشکِ ملائکہ ہے

مرتبہ: ہاجرہ قطب اعوان

اللہ رب العزت نے انسان کو اشرف المخلوقات اور اپنی تخلیق کے اعتبار سے آزاد ہے جبکہ دیگر اشیا ایک کڑے نظام کے تحت چل رہی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى. (الزمر، ۳۹: ۵)

”اور اسی نے سورج اور چاند کو (ایک نظام میں) مسخّر کر رکھا ہے ہر ایک (ستارہ اور سیّارہ) مقرّر وقت کی حد تک (اپنے مدار میں) چلتا ہے“۔

کائنات کی تمام چیزیں انسان کے فائدے کے لیے بنائی۔ جبکہ انسان اپنے چھوٹی چھوٹی خواہشات کی تکمیل کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ اس کے باوجود اللہ نے اسے اختیار دیا ہے کہ اگر اس سے غلطی سرزد ہوجائے تو میری بارگاہ میں معافی کا خواستگار ہو تو اسے معافی عطا کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ انسان کو کائنات میں غوروفکر کی دعوت دیتا ہے کہ اس کائنات کو دیکھو جس میں کسی قسم کا کوئی نقص نہیں اس میں کسی قسم کی خرابی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے اسے کامل محبت سے بنایا ہے۔

اب ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو تخلیق کیوں فرمایا؟ اس کا جواب حدیث قدسی میں ملتا ہے۔

اللہ کی تخلیق کردہ کائنات میں محبت کی موجودگی حدیث قدسی سے ملتی ہے۔ فرمایا: میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں اس لیے میں نے کائنات تخلیق کی تاکہ میری معرفت حاصل کی جائے۔ (ابن عربی، الفتوحات المکیہ، ۳: ۲۶۷)

تخلیق کائنات کی بنیاد الوہی محبت پر ہے۔ اللہ نے ساری کائنات کو بہت محبت سے تخلیق کیا۔ اس لیے ہر شے میں ہمیں ایک ربط نظر آتا ہے۔

اللہ کی مخلوق کے درمیان محبت:

اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کو عدل و انصاف سے کام لینے کی تلقین فرمائی تاکہ نفرت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جاسکے اور پرامن معاشرہ تشکیل پاسکے۔ کوئی شخص کسی شے سے محبت کرتا ہے تو اس کے بہت سارے عوامل ہیں۔ ایک صورت یہ ہے اگر وہ اس کا حصہ بن جائے اس کے ساتھ جڑ جائے۔ جیسے ماں اپنے بچوں سے اس لیے محبت کرتی ہے وہ اس کا حصہ ہیں۔ اس کا جز ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے 100 حصے پیدا فرمائے۔ ننانوے حصے اپنے پاس رکھے۔ صرف ایک حصہ زمین پر نازل فرمایا۔ اسی جزو کی وجہ سے مخلوق ایک دوسرے سے محبت کرتی ہے۔ (بخاری الصحیح، کتاب الادب، ۵: ۲۲۳۶)

اس طرح ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے نور کا جز ہیں۔

اسی وجہ سے ہم ساری کائنات سے زیادہ آپ ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ہمیں جینے کا ڈھنگ سکھایا۔

اللہ اور مخلوق کا تعلق:

کوئی بھی جزو اپنے کل کے قریب ہونا چاہتا ہے کیونکہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں مگر یہ کلیہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر صادق نہیں آتا کیونکہ وہ ایک ہستی ہے جس نے انسان کو پیدا فرمایا۔

جس نے انسان اور اپنے درمیان دوطرفہ تعلق قائم فرمایا۔ اس کے ساتھ خالق اور مخلوق کے درمیان گہری محبت کا رشتہ بھی قائم ہے۔ وہ دن رات بندے کو اپنی طرف بلاتا ہے تاکہ اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں اور وہ گناہوں سے پاک پرامن زندگی بسر کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى. (ھود، ۱۱:۳)

”اور یہ کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر تم اس کے حضور (صدق دل سے) توبہ کرو وہ تمہیں وقت معین تک اچھی متاع سے لطف اندوز رکھے گا۔“

مزید ارشاد فرمایا:

ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ. (ھود، ۱۱:۵۲)

”پھر اس کی جناب میں (صدقِ دل سے) رجوع کرو، وہ تم پر آسمان سے موسلادھار بارش بھیجے گا اور تمہاری قوت پر قوت بڑھائے گا۔“

بندہ کی خالق سے محبت:

اللہ کی ذات سے محبت ایک ایسی نعمت ہے جو انسان کو قابلِ رشک بنادیتی ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اللہ کے فرشتے حضرت عزرائیل، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روح قبض کرنے آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا: کیا انہوں نے کبھی ایسے شخص کو دیکھا ہے جو دوست کی جان لیتا ہو۔ حضرت عزرائیل نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اس سوال کی رہنمائی حاصل کی پھر انہوں نے واپس آکر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا: کیا انہوں نے ایسا شخص دیکھا ہے جو اپنے دوست سے ملنے سے انکار کرے۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ اس سے ملنے کا خواہش مند ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت کو اپنی روح قبض کرنے کی اجازت دے دی۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی ذات سے عشق ایک ایسا جذبہ ہے جو اس کے بندے سے موت کی سختی کو دور کردیتا ہے۔

حضرت محمد ﷺ کا نور:

حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں حضرت محمد ﷺ کا نور تھا۔ اس نور نے ساری کائنات کو روشنی بخشی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے نور کو حضرت آدم علیہ السلام کی صلب میں رکھا پھر وہ نور ہر آنے والے نبی میں منتقل ہوتا رہا۔ جب بھی کسی نبی کو وہ نور منتقل ہوتا تو وہ ان کی پیشانی کو خصوصی چمک عطا فرمادیتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے محمد ﷺ کو بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی محبت نبی نوع انسان میں رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے کائنات کی ہر شے سے بڑھ کر آقا علیہ السلام سے محبت کریں کیونکہ وہ ان کا کل ہیں۔ انسان جزو ہے۔ جہاں تک آپ ﷺ کی ذات کا تعلق ہے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ ترین محبت کے ہمہ وقت خواہشمند رہتے ہیں۔

کائنات کی ہر شے محبت کے دم سے قائم ہے یہی بات امتیوں اور حضور نبی اکرم ﷺ کے باہمی تعلق پر صادق آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت کل ہے اگر کلیت کی صفت کافی ہوتی تو اللہ تعالیٰ نہ کائنات تخلیق فرماتا نہ اس کے جز۔

تاہم اللہ تعالیٰ نے اجزاء کی تخلیق ایسی فرمائی جو کل کی تسکین کا باعث ہوں لیکن کوئی بھی جز کل کی تمام تر صفات کا حامل نہیں ہوسکتا جیسا کہ ہمارا بدن جن صفات کا حامل ہے وہ ساری کی ساری اس کے کسی ایک جز آنکھ، ہاتھ یا پاؤں میں نہیں پائی جاتیں۔ ایسے ہی حضور نبی اکرم ﷺ رسالت کے تمام جہاں کا کل ہیں ان کی تمام تر صفات، فضائل اور معجزات دوسرے کسی نبی یا پیغمبر میں ایک ساتھ ظہور پذیر نہیں ہوسکتیں۔

مگر حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ اعزاز حاصل ہے۔ وہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کو اپنے دھیان میں رکھتے اور خلق خدا کی رہنمائی بھی فرماتے کیونکہ آپ ﷺ کل ہیں باقی انبیاء اسلام ان کے جزو ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ زندگی کے تمام شعبوں میں سب انبیاء کے سردار ہیں۔ اگر کوئی ولی کسی نہ کسی نبی کے نقش قدم پر چلتا ہوا ولادت کے درجے پر پہنچتا ہے وہ جزوی فضائل سے فیض یاب ہوتا ہے لیکن شیخ عبدالقادر جیلانی نے آپ ﷺ کی ہمہ گیر صفات سے فیض پایا۔ پس اللہ تعالیٰ کے یہ ولی اپنے شاگردوں کو اسلامی علوم کی تعلیم و تربیت دینے کے ساتھ ساتھ یاد الٰہی سے ایک لمحے کے لیے غافل نہیں رہنے دیتے تھے، آپ کے دل و دماغ میں یاد الٰہی سمائی رہتی تھی جبکہ آپ کا جسم خدا کی بھلائی کے کاموں میں لگا رہتا تھا۔

بندگان خدا اپنے کل یعنی ذات خدا کے قریب کے خواہش مند ہوتے ہیں اور اس سے ملنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی اپنی راہ کے سالکین کے جذبہ اور شوق کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے لیکن یہ فرماتا ہے کہ اس تک پہنچنے کے لیے تمھیں موت کا مزا چکھنا پڑے گا۔

اللہ فرماتا ہے اے بندے ہم سے اپنی نفسانی خواہشات کے خلاف جدوجہد کا متقاضی ہے کہ یہی عبادت کا سب سے بڑا مقصود ہے۔ بے شک انسان اپنے نفس سے لڑ کر ہی زہد و تقویٰ کی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں موت کا خوف بے معنی ہوکر رہ جاتا ہے۔ جب زندگی کا واحد مقصد اللہ تعالیٰ کی محبت کا حصول بن جائے موت کا انسان مشتاق رہتا ہے۔

اس منظر کی عکاسی امام غزالیؒ کرتے ہیں کہ حضرت وہب بن منابح روایت کرتے ہیں۔ موت کے فرشتے کی ایک مؤمن سے ملاقات ہوئی جسے اس نے سلام کیا اس نے بھی اسے جواباً سلام کیا۔ اُس نے فرشتے سے کہا مجھے آپ سے درخواست کرنی ہے جو میں آپ کے کان میں کہوں گا۔ اس مومن نے اپنا کان اس کے آگے کردیا کہا: کہ مجھے سناؤ۔ اس نے اپنا راز سنایا۔ میں موت کا فرشتہ ہوں وہ شخص بولا خوش آمدید۔ اس کو خوش آمدید جو اتنا عرصہ میری آنکھوں سے اوجھل رہا۔ اللہ کی قسم! اس دنیا میں کوئی ایسا نہ تھا جس سے میں ملنا چاہ رہا ہوں۔ اس پر موت کے فرشتے نے کہا: تم جس کام سے نکلے ہو اسے پورا کرلو۔ لیکن اس نے جواب دیا کہ مجھے ایسا کوئی کام نہیں جو مجھے اپنے رب کی ملاقات سے زیادہ عزیز ہو۔ تب فرشتے نے اس سے کہا پھر تم خود ہی ایسی ا حالت کا انتخاب کرلو جس میں تمہاری روح قبض کی جائے۔

اس شخص نے پوچھا کہ تم ایسے کرسکتے ہو؟ فرشتے نے جواب دیا جی مجھے ایسا ہی کرنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ اس پر مومن آدمی نے کہا پھر بس مجھے اس قدر مہلت دو کہ میں وضو کرکے نماز ادا کرسکوں اور تم میری روح اس وقت قبض کرلینا جب میں سجدہ میں ہوں۔ اس فرشتے نے ایسا ہی کیا۔

(غزالی احیاء علوم الدین، ۴: ۴۶۷)

ثابت ہوا کہ موت کا فرشتہ ایک ایسے شخص کی روح قبض کرنے سے پہلے اس کی اجازت طلب کرتا جو ہر دم یاد الٰہی میں مصروف رہتا ہے اور محبت ایک ایسی قوت ہے جو کسی کو اپنے مقصد کے حصول اور منزل مراد پانے کی بے پناہ توانائی بخش دیتی ہے۔ اگر ہم اللہ کی محبت میں فنا ہوجائیں اور ہمارے دل اس کی محبت سے لبریز ہوجائیں تو یہ کیفیت ہمیں اس دنیا میں جنتیوں کی طرح زندگی گزارنے والا بناسکتی ہے۔

☆☆☆☆☆

انسدادِ غربت کے لئے اسلام کی تعلیمات

اسلام افراط و تفریط سے بچنے اور میانہ روی اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے

دولت کی غیر منصفانہ تقسیم غربت کے پھیلاؤ کی بڑی وجہ ہے

سستی اور معیاری خوراک فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے

غربت کے عالمی دن کی مناسبت سے رابعہ فاطمہ کی خصوصی تحریر

عام طور پر غربت کو معاشی اور معاشرتی حالت کی بدتری سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن اب اس میں دیگر چیزیں بھی شمار ہوتی ہیں۔ جیسے علاج معالجے کی عدم دستیابی صاف پانی، تعلیم کا نہ ہونا وغیرہ آسان لفظوں میں کہا جائے تو ایک انسان کو دنیا میں جن بنیادی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ان سب کا نہ ملنا یا زیادہ تر کا نہ ملنا غربت کہلاتا ہے۔

17 اکتوبر کو پاکستان سمیت پوری دنیا میں ہر سال غربت کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ بڑے بڑے سیمینارز اور کانفرنسز کا انعقاد کیا جاتا ہے جس میں ہر سال غربت کی شرح اور اس سے متاثرہ غریبوں کے اعداد و شمار بتائے جاتے ہیں جس میں پچھلے سال کی نسبت ہمیشہ اضافہ ہی ہوا ہوتا ہے۔ UNO اور دیگر NGOs یہ اعداد و شمار بتاتی ہیں کہ اتنے ملکوں میں لوگ غربت کی لکیر سے نیچے چلے گئے ہیں۔ اتنے لوگوں کو صاف پانی، مناسب علاج، بنیادی تعلیم میسر نہیں ہے وغیرہ وغیرہ لیکن ان کے خاتمے کے لیے جو پالیسیاں تشکیل دی جاتی ہیں وہ ایسی ہوتی ہیں کہ وہی اگلے سال مزید غربت کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں کیونکہ ان پالیسیوں سے صرف امیر طبقہ ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ غریب تو مزید غریب ہو جاتا ہے۔

ان پالیسیز میں سے ایک ہوتی ہے کہ ترقی پذیر ملک کو بھاری سود پر قرض دیا جاتا ہے۔ قرض تو غربت ختم کرنے کے لیے دیا جاتا ہے لیکن اصل قرضہ کو ادا کی نوبت ہی نہیں آتی کیونکہ غریب عوام سے جو بھاری ٹیکس وصول کیے جاتے ہیں وہ سود کی مد میں چلا جاتا ہے پھر مزید قرضہ اور اس پر مزید سود اسی طرح یہ چکر چلتا رہتا ہے جس سے غریب غربت کی گہری کھائی میں گرتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح سے غریب اور پسماندہ ملکوں کا استحصال ہوتا ہے۔

غربت میں اضافے کے عوامل:

پاکستان سمیت پوری دنیا میں غربت کے بے شمار عوامل کارفرما ہیں۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

گرانی: جب ریاست ملکی پیداوار سے زیادہ خرچ کرلیتی ہے تو پھر ملک کے اخراجات پورے کرنے کے لیے قرضے لیتی ہے اور ان قرضوں کو بھی بہتر مصارف کے لیے استعمال کرنے کی بجائے اللوں تللوں میں ضائع کر دیتی ہے پھر قرض کی ادائیگی اور اس کا سود بھرنے کے لیے غریب و نادار عوام پر بھاری بوجھ ٹیکسوں کی صورت میں ڈالتی ہے تو غربت کا دیو مزید بے قابو ہو جاتا ہے۔

دولت و وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم:

اللہ رب العزت نے یہ دنیا اور اس میں موجود اشیاء انسان کے لیے بنائی ہیں لیکن چند لوگوں نے ان وسائل

پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے اور اس کا بے دریغ اور ناجائز استعمال کرتے ہیں جبکہ ضرورت مند طبقہ ان سے محروم ہے وہ اپنی بنیادی ضروریات کو بھی پورا نہیں کر سکتے۔ پاکستان میں بھی حکومتی وسائل کا یا قومی وسائل کا اختیار چند خاندانوں کے پاس ہے جو کہ ان کو ضائع کرتے ہیں لوٹتے ہیں اور دوسرے ملکوں میں جائیدادیں بناتے ہیں اور عوام کو غربت کی ایسی دلدل میں دھکیل دیتے ہیں جن سے نکلنا انتہائی مشکل ہوگیا ہے۔

علوم وفنون کی کمی:

پاکستان میں تعلیمی ڈھانچہ انتہائی بوسیدہ ہو چکا ہے اس کا نصاب وقت جدید کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتا اسے بہتر کرنے کی ضرورت ہے جو لوگ اپنی تعلیم مکمل کر لیتے ہیں ان کے پاس اپنے علم سے مطابقت کا تجربہ نہیں ہوتا کیونکہ ہمیں صرف کتابیں رٹائی جاتی ہیں پریکٹیکل نہیں بنایا جاتا جن کے پاس علم و ہنر ہوتا ہے وہ دوسرے ترقی یافتہ ملکوں کا رخ کر لیتے ہیں کیونکہ وہاں اپنے علم و فن کو دکھانے کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں۔

جنگیں اور قدرتی آفات:

جب کسی غریب ملک پر طاقتور چڑھائی کرتا ہے تو وہاں مزید غربت جنم لیتی ہے کیونکہ وہاں کے لوگوں کو غلام بنالیا جاتا ہے۔ ان کے وسائل پر قبضہ کرلیا جاتا ہے اور انہیں بنیادی حقوق سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔ اس سے جنگیں بھی غربت کا سبب ہوتی ہیں۔ قدرتی آفات مثلاً سیلاب، زلزلے، طوفان یا وبائی امراض سے مکمل طور پر بچنا ناممکن ہوتا ہے۔ ان سے بہت سا جانی و مالی نقصان ہوجاتا ہے جن کی تلافی کرنا پسماندہ ملکوں کے لیے انتہائی مشکل ہوجاتی ہے۔

ان وجوہات کے علاوہ بے روزگاری، کرپشن و بدعنوانی، ناانصافی، شہروں کی آبادی میں اضافہ وغیرہ بھی غربت میں اضافے کا سبب بنتے ہیں ان سب کا حل تلاش کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اس وقت تک جتنی بھی غربت کو ختم کرنے کی پالیسیاں وضع کی گئی ہیں وہ سب کی سب سرمایہ دارانہ نظام کو ہی سہارا دیتی ہیں نہ کہ غریب طبقے کو اس لیے امیر، امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا جارہا ہے۔ اس لیے ان طبقاتی فرق کو مٹانے کے لیے بہتر حل کی اشد ضرورت ہے اور وہ ہمیں اسلام نے چودہ صدیاں پیشتر دے دیا ہے۔ اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا تو ہر انسان کو بنیادی حقوق مل سکیں گے اور ایک خوشحال معاشرہ وجود میں آئے گا۔

انسدادِ غربت کے لیے اسلام کی حکمت عملی:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات دین ہے یہ ہماری زندگی کے ہر معاملے میں مکمل رہنمائی کرتا ہے یہ ہمیں افراط اور تفریط سے منہ موڑ کر میانہ روی کا سبق دیتا ہے۔ اس کے ہر حکم میں بے شمار حکمتیں ہیں جیسے جیسے اہل دنیا کو شعور آتا ہے ویسے ویسے وہ اسلام کے دیئے ہوئے احکامات میں پوشیدہ حکمتوں کو جانتے ہیں تو اسلام کی حقانیت روز روشن کی طرح واضح ہوتی جاتی ہے۔ دین اسلام ہمیں بے جا نمود و نمائش دکھاوے اور فضول خرچی سے منع کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا. (الاسراء، ۱۷: ۲۷)

”بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔“

یعنی جس قدر ضرورت ہو خرچ کرو اور باقی زائد از ضرورت اپنے ان بھائیوں کی مدد کرو جو تنگ دست ہیں تاکہ وہ بھی بنیادی حقوق حاصل کر سکیں۔ اسلام نے زکوٰۃ، عُشر، صدقہ وغیرہ پر بہت زور اسی لیے دیا ہے تاکہ ہر بندے کو یکساں سہولیات مل سکیں۔ بعض لوگ آبادی میں اضافے کو غربت کا سبب قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ انتہائی غلط بات ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے اس کائنات کو اپنی حکمت سے بالکل درست بنایا ہے اگر فرض کیا جائے کہ ایک صدی پہلے آبادی ارب تھی تو اس وقت لوگ جانوروں کے ذریعے کھیتی باڑی کیا کرتے تھے تو اس کے مطابق یعنی آبادی کے مطابق خوراک حاصل

ہوتی تھی اور اب ارب آبادی ہے تو جدید مشینوں اور کھادوں کے ذریعے فصلیں بھی کئی گنا زیادہ پیدا ہوتی ہیں۔

اللہ کریم کسی بچے کی پیدائش سے پہلے ہی اس کی ضروریات کا سامان مہیا کردیتا ہے۔ وہ الگ بات ہے کہ وسائل پر صرف چند لوگوں کی اجارہ داری ہے اور وہ ہر مستحق تک اس کا حق نہیں پہنچنے دیتے۔

جب مہاجرین مدینہ طیبہ آئے تو آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے ہر مہاجر کو ایک ایک انصار کا بھائی بنادیا تاکہ وسائل بانٹے جائیں اور سب کو بنیادی سہولیات میسر ہوسکیں۔ چاہے کوئی حکمران ہو یا عام عوام سب کو برابر کے حقوق دیئے جائیں کوئی بھی اپنے آپ کو اعلیٰ سمجھتے ہوئے دوسروں کو حقیر جان کر ان کے حقوق نہ ضبط کرے۔

بڑے شہروں جیسی سہولیات دیہات والوں کو بھی میسر ہوں تاکہ شہر مزید بڑے نہ ہوں۔ ہر کسی کو انصاف، علاج، خوراک، تعلیم ان کی دہلیز پر مل سکے تاکہ وہ خوشحال ہوسکیں۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ ہی ہنر کو بھی عام کیا جائے تاکہ وہ بوجھ بننے کی بجائے ہاتھ بٹانے والے باشعور انسان بن سکیں۔ بدعنوانی، رشوت، سود، کرپشن جیسی لعنتوں سے پاک معاشرہ تشکیل دیا جائے ہر اہل کو اس کی اہلیت کی بنیاد پر اعلیٰ عہدے دیئے جائیں نہ کہ اقرباء پروری یا رشوت کی بنا پر نااہل لوگوں کو مسلط کیا جائے۔

عورتوں کو بھی تعلیم کے ساتھ ساتھ باہنر بنایا جائے۔ اگر کوئی اپنا کاروبار کرنا چاہے تو اسے بلاسود آسان شرائط پر قرض دیا جائے تاکہ اور زیادہ لوگوں کو روزگار میسر ہوسکے۔ درآمدات کی بجائے برآمدات کو بڑھایا جائے تاکہ ملکی پیداوار کو بڑھوتری مل سکے۔ ٹیکسز میں کمی کی جائے۔ عوام میں شعور بیدار کیا جائے کہ وہ اپنے ہاتھ سے محنت کرکے کمائے اور کھائے تاکہ لوگوں کے سامنے اپنی عزت نفس مجروح نہ ہونے دیں۔ ویسے بھی اپنے ہاتھ سے محنت کرنے والے کو اللہ رب العزت نے اپنا دوست فرمایا ہے۔ محنت میں عظمت ہے۔

بھوکوں کو کھانا کھلانا ثواب کا کام ہے لیکن اس سے بھی بڑا کام لوگوں کو کوئی کام، کاروبار یا ہنر دینا ہے تاکہ وہ اپنے ہاتھ سے کما سکے۔

’’آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں ایک بے روزگار صحابی آئے تو آپ نے ان کی وقتی مدد کرنے کی بجائے اس کا کمبل اور پیالہ بازار میں دو درہم کا فروخت کرواکر ایک درہم کا گھر کا سامان خرید کردیا اور دوسرے درہم سے کلہاڑی خریدی خود اپنے دست مبارک سے اس کا دستہ لگا کر دیا اور فرمایا جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بازار میں فروخت کرکے گزر بسر کرو۔‘‘

آخر میں اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ کریم اپنے محبوب کریم ﷺ کے صدقے سے ہر کسی کو وسیع و حلال رزق کمانے اور کھانے کی توفیق دے۔ آمین

☆☆☆☆☆

اظہار تعزیت

صدر منہاج القرآن ویمن لیگ شیخوپورہ سٹی محترمہ منیر فاطمہ گزشتہ ماہ رضائے الٰہی سے وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ گزشتہ 30 سالوں سے مصطفوی مشن میں مختلف ذمہ داریوں پر فائز رہیں۔ ان کی وفات پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ العالی نے گہرے دکھ و رنج کا اظہار کیا اور مرحومہ کی بلندی درجات کے لیے خصوصی دعا فرمائی۔ علاوہ ازیں چیئرمین سپریم کونسل محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، ممبر سپریم کونسل محترمہ ڈاکٹر غزالہ حسن قادری، محترمہ فضہ حسین قادری اور ویمن لیگ کی مرکزی ٹیم اور جملہ تنظیمات نے مرحومہ کے اہل خانہ کے ساتھ اظہار تعزیت کرتے ہوئے ان کی بلندی درجات کے لیے دعائیں کیں۔

آپ کی صحت

ہاضمہ کی بہتری اور کمر درد سے نجات کی ورزشیں

قرآن و حدیث میں جسمانی و روحانی علاج کی ترغیب موجود ہے

متوازن غذا اور روزانہ کی ورزش میں صحت کی ضمانت ہے

ویشاء وحید

قرآن و حدیث میں جسمانی و روحانی علاج کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ اللہ پر یقین کامل رکھیے کہ شفا صرف اللہ تعالیٰ ہی دے سکتے ہیں۔ علاج تو صرف ایک بہانہ ہوا کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ تندرست و توانا رہنے کے لیے ورزش بہت ضروری ہے۔ یہ انسان کی جسمانی قوت پر بڑا خوشگوار اثر ڈالتی ہے۔ ورزش سے دوران خون مناسب حد تک تیز ہوجاتا ہے۔ ورزش سے نہ صرف سارے جسم میں بلکہ دماغ میں بھی خون پوری طرح گردش کرتا ہے اور دماغ بھی نشوونما پاتا ہے۔ ایسی ہی کچھ آسان ورزشیں درج بتائی گئی ہیں جو روزانہ کے معمول میں بآسانی شامل کرسکتے ہیں۔

ا۔ ہاضمہ کو بہتر کرنے کے لیے:

سیدھا کھڑے ہوکر دونوں پاؤں تقریباً ایک فٹ کھول دیں بازو اوپر اٹھائیں اور پھر نیچے جھکتے ہوئے ہاتھوں سے پاؤں کے درمیان زمین کو چھوئیں۔ گھٹنوں میں خم نہ آنے دیں پھر اوپر اٹھتے ہوئے پہلی حالت میں آجائیں۔ روزانہ یہ ورزش 10 مرتبہ کریں۔

۲۔ پنڈلیوں کی رگوں اور کمر کی تکالیف کو دور کرنے کیلئے ورزش:

سیدھا کھڑے ہوجائیں۔ پاؤں ملے ہوں بازو پہلو کے ساتھ ہوں۔ دائیں گھٹنا کو اوپر کرکے دونوں ہاتھوں سے گھٹنا کو پکڑ کر پیٹ کی طرف کھینچیں۔ اس دوران جسم سیدھا رہے۔ یہ ٹانگ نیچے رکھنے کے بعد اسی طرح بائیں گھٹنا کو اوپر اٹھائیے اور پیٹ کی طرف کھینچیں۔ اس طرح یہ ورزش روزانہ 10 بار کریں۔

۳۔ چہرہ کی جھریوں کے لیے:

چہرے کی ان ورزشوں کو اس ترتیب سے کریں جس ترتیب سے دی گئی ہیں آہستہ آہستہ چہرہ کی تازگی بحال ہوتی رہے گی۔

دونوں ہتھیلیاں ٹھوڑی کے دونوں طرف رکھ کر دباتے ہوئے اوپر لے جائیے۔ یہاں تک کہ دونوں آنکھوں کے کناروں تک ہتھیلیاں پہنچ جائیں۔ یہ کم از کم 10 بار کریں۔

دونوں ہاتھوں کی چھنگلیاں پانی سے دھوکر منہ میں ڈالیے۔ ان انگلیوں سے دونوں باچھوں کو کھینچئے اور ڈھیلا چھوڑیئے۔ اس سے باچھوں کے عضلات مضبوط ہوجاتے ہیں اور اس طرح وہ عمر کے ساتھ نہیں لٹکیں۔ اس کو بھی 10 بار کریں۔

پہلے انگلیوں سے دونوں کنپٹیوں کا مساج کریں۔ پھر ہتھیلیوں کو چہرہ پر آنکھوں کے کونوں پر رکھئے اور یہاں سے دبا کر دونوں کنپٹیوں کے اوپر سے گزار کر سر کی پچھلی طرف پہنچائیں۔ اس طرح آنکھوں کے کونے پر جھریاں صاف ہوجائیں گی۔

۴۔ بیٹھ کر کرنے والی ورزشیں:

یہ ورزشیں آپ کے لیے ممکن ہو تو روزانہ صبح کے وقت کریں اور 40,40 مرتبہ دہرائیں۔

دونوں ہاتھوں کو سر کے اوپر لے جائیں اور تالی بجائیں پھر واپس لائیں۔

گردن دائیں طرف زیادہ سے زیادہ موڑیں جس طرح نماز میں سلام پھیرتے ہیں۔پھر چند سیکنڈ اسی حالت میں رہیں اس کے بعد اسی طرح بائیں طرف یہ ورزش کریں۔

گردن کو دائیں طرف سے بائیں طرف دائرہ کی شکل میں گھمائیں۔اس کے بعد بائیں طرف سے دائیں طرف۔

گردن کو زیادہ سے زیادہ پیچھے لے جائیں پھر آگے سینہ کی طرف لائیں اس طرح کہ ٹھوڑی سینہ سے لگ جائے۔

دونوں پیر آگے کی طرف بچھا کر دائیں ٹانگ اوپر کی طرف زیادہ سے زیادہ اٹھائیں پھر بائیں ٹانگ۔

۵۔ لیٹ کر کرنے والی ورزشیں:

ہر ورزش شروع میں 10 مرتبہ کریں۔جسمانی اعضا پر پہلے تناؤ (contraction) ڈالیئے پھر ان کو ڈھیلا (Relaxation) چھوڑ دیجئے اور گہرے گہرے سانس لیجئے۔

پھر ٹانگ کو اوپر کی طرف اٹھایئے اور چند سیکنڈ رک کر واپس فرش پر اصلی حالت میں لے آیئے۔

دونوں ہاتھوں کو سینہ پر گزار کر بغلوں میں رکھ لیجئے پھر سر اور شانوں کو 6 انچ اٹھایئے اور شانوں کو دائیں طرف موڑیئے جتنا زیادہ سے زیادہ موڑ سکتے ہیں اور اسی طرح بعد میں بائیں طرف موڑیئے اور پھر سر فرش پر رکھ لیجئے۔

تندرست و توانا رہنے کے لیے ورزش بہت ضروری ہے۔ یہ انسان کی جسمانی قوت پر بڑا خوشگوار اثر ڈالتی ہے۔ ورزش سے دوران خون مناسب حد تک تیز ہوجاتا ہے۔ ورزش سے نہ صرف سارے جسم میں بلکہ دماغ میں بھی خون پوری طرح گردش کرتا ہے اور دماغ بھی نشوونما پاتا ہے

دونوں مٹھیوں کو بند کریں اور پھر کھول لیں۔ بازار میں اسپرنگ والا چھوٹا ڈنبل ملتا ہے۔اس سے زیادہ بہتر طریقہ پر ہاتھوں کی انگلیوں کی ورزش ہوتی ہے۔ 2 ڈنبل سے دونوں ہاتھوں کی ایک ساتھ ورزش کریں۔

پہلے دائیں کروٹ لیٹ کر سر اور شانہ کو زیادہ سے زیادہ اوپر اٹھایئے۔ چند سیکند اس حالت میں رہیے اس کے بعد سر اور شانہ کو واپس زمین پر اپنی اصلی حالت میں لے آیئے پھر بائیں کروٹ لیٹ کر پہلی ورزش کریں۔

سیدھا لیٹیں اور پھر دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کو سینہ کے اوپر کی طرف لایئے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے دونوں پیروں کی انگلیوں کو چھونے کی کوشش کریں۔ اس طرح کہ گردن اور شانہ زمین سے اوپر ہوجائے اور اسی طرح ٹانگیں بھی زمین سے اوپر ہوجائے۔ یہ دونوں پیٹ کے اوپر ملائیں شروع میں انگلیاں آپس میں نہ مل سکیں گی لیکن کچھ دنوں بعد کامیابی ہوجائے گی۔

انسان کو چاہیے باقاعدگی سے روزانہ ورزش کریں اور متوازن غذا کھائیں تاکہ ہمیشہ صحت مند رہیں۔علاج تدابیر کے علاوہ روزانہ ورزش کو زندگی کا ایک لازمی حصہ بنالیں۔اس سے آپ کے پٹھے اور جھوڑ مضبوط رہیں گے اور آپ بڑی عمر میں ہڈیوں کی کمزوری یا بوسیدگی سے محفوظ رہیں گے۔

☆☆☆☆☆

چیئرمین سپریم کونسل MQI محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کی منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی ٹیم کے لئے منعقدہ تربیتی نشست سے خصوصی گفتگو

منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی ٹیم کے لئے منعقدہ تربیتی نشست سے محترمہ فضہ حسین قادری کی خصوصی گفتگو

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
OCT-2021
LAHORE
Regd CPL No.45

حضور آپ ﷺ آئے تو دل جگمگائے

38 ویں سالانہ

عالمی میلاد کانفرنس

خصوصی خطاب

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

11 اور 12 ربیع الاوّل کی درمیانی شب

مینار پاکستان

زیر نگرانی: ڈاکٹر حسن محی الدین قادری
ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

میلاد کانفرنس میں معروف قراء، نعت خواں، علماء کرام اور مختلف طبقات کی نامور نمائندہ شخصیات شرکت فرمائیں گی

خواتین کیلئے باپردہ انتظام

Live Minhaj.tv
براہِ راست

042-111-140-140 www.minhaj.org
TahirulQadri TahirulQadri

تحریکِ منہاج القرآن